رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون

نمبر ۱۲ رسالہ جلد ۶

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

قیمت سالانہ [illegible]

مینیجر رسالہ نے اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر قادیان سے شائع کیا

حمامۃ البشریٰ

اکمل کا پیام اہالیانِ طرابلس کے نام

اے کبوتر ذرا پیغام مرا لے جانا
ایک دن تھا کہ حکومت تھی تمہاری اسجا
امن سے چین سے دن رات بسر ہوتے تھے
قہر نازل ہؤا مولیٰ کا یکایک ایسا
چھن گیا ملک کئی بھائی ہوئے ہیں مقتول
لا یغیر کو جو پڑھتا ہوں تو کھل جاتا ہے
سلطنت سے ہوئے محروم جو مانند یہود
وہ مسیحا کہ غلام احمدؐ مختار کا ہے
وہی مہدی ہے جو ہونا تھا بروزِ احمدؐ
جو نشاں اپنی سچائی کے بہت لایا ہے
جسنے بتلایا کہ عیسیٰ تو جہاں سے گذرا
اسطرح کسرِ صلیب آپنے کی اکدم میں
روح میں اسکی محمدؐ کا خلیفہ آیا ؎
دیکھو انجیل میں عیسیٰ نے یہ فرمایا ہے
اور قرآں میں کما استخلف فرماتا ہے
جس سے ظاہر ہؤا موعود کوئی اور ہی تھا
ہند میں بستی ہے اک کدعہ۔ بنامِ احمدؐ
آگیا اپنی صداقت کے نشاں لایا ہے

جو طرابلس کے مسلم ہیں انہیں دے آنا
نہ تو جرمن کا خطر اور نہ تھا اٹلی کا
جاگتے اپنی خوشی اپنی خوشی سوتے تھے
دیکھنے سننے میں آیا نہیں اب تک ایسا
حق تو منصف ہے ضرور اسکی ہے وجہ معقول
لوگ جب بدلیں تو انعام بھی بدلاتا ہے
ہے یقیناً ہؤا انکار مسیح موعود
اور بھیجا ہؤا پھر حضرتِ غفّار کا ہے
جسپہ الطاف و عنایاتِ خدا ہیں بیحد
جس کی بیعت کے لئے حکم رسول آیا ہے
دفن کشمیر میں ہے جب سے وہ جاں سے گذرا
اور خنزیر ہوئے قتل سبھی عالم میں
پئے تائید ہر اک پہلا صحیفہ آیا ؎
یحییٰ الیاہ کی خو بو پہ یہاں آیا ہے
حلیہ بھی پہلے کا پچھلے سے جدا آتا ہے
جسکے بارے میں ہے لا مہدی کا عیسیٰ
اہلِ فارس سے بس آنا تھا غلام احمدؐ
قحط و طاعون و زلازل کا عذاب آیا ہے

سب مذاہب پہ ہوئی آپ کی حجت پوری
جو مقابل ہؤا مارا گیا مغلوب ہؤا
دین اسلام کو زندہ کیا بیدار کیا
مان جاؤ کہ مصیبت یہ چلی جائے گی

لیکھرام۔ آتھم وڈوئی کو جہاں سے دوری
جو مبایع ہؤا اللہ کا محبوب ہؤا
از سرِ نو کئی اصحاب کو تیار کیا
وہی نعمت وہی عزت تمہیں دی جائیگی

۹۰۹ جناب بابو جمال الدین صاحب	عار	۱۲۶۲ جناب نصراللہ خان صاحب	عار	۱۲۵۸ جناب منشی محبوب الرحمن صاحب	عار
۱۰۳۶ جناب غلام محی الدین "	عار	۱۵۵ جناب محمد اسحاق "	عہ	۱۲۶ جناب محمد عمر خان "	سے
۲۳۲ جناب نورالدین "	عار	۱۰۷ جناب اکبر علی "	عار	۱۲۱۳ جناب عبیداللہ خان "	عار
۴۹ جناب سید احمد حسین "	عار	۲۸۳ جناب سید نذیر حسین "	عار	۱۲۸۱ جناب میاں مظفر عالم "	۸ر
۳۵ جناب منشی نادر علی "	عار	۱۰۱۲ جناب چوہدری غلام حسین "	عار	۱۲۸۰ جناب محمد جان "	عار
۹۶ جناب سید محمد رشید "	عار	۹۸۶ جناب سکندر خان "	عار	۱۱۶۳ جناب محمد حسین بخش "	عار
۱۰۳۶ جناب حافظ روشن علی "	عار	۸۸۱ جناب منشی غلام محمد "	عار		
۱۰۴۵ جناب بابو عبدالغنی "	عار	۹۹۲ جناب چوہدری عطا الٰہی "	عار	جناب خواجہ علی قادیان اعانت	عہ
۱۰۰۷ جناب سید ڈاکٹر امیر خان "	عار	۱۱۶ جناب عبدالقادر "	عار	جناب حکیم فتح محمد بابت فروختگی کتب	۴ر
۹۶۸ جناب مولوی عبدالغنی "	عار	۱۲۶۳ جناب ولی محمد خان "	عار	۱۲۲ جناب منشی گلاب الدین "	۳ر
۱۰۴۲ جناب حافظ محمد عمرالدین "	عار	۱۰۱۵ جناب قطب الدین "	عار	۹۱۳ جناب عبدالعزیز "	عار
۱۲۷ جناب محمد صادق "	عار	۳۶۹ جناب نواب خان "	عار	۵۰۳ جناب سید بہادر بخش "	عہ
۹۹۳ جناب ملک عالم شاہ "	عار	۹۸۸ جناب محی الدین "	لعہ	۱۰۴۲ جناب بشیر الدین "	[illegible]
جناب بھائی محمود احمد کمپونڈر "	۲ر	"		۱۲۸۹ جناب چوہدری طالع محمد "	عار
۱۲۶۸ جناب محمد سیف الدین "	عار	۹۲۸ جناب ولی محمد "	عہ	۱۰۳۵ جناب قاضی عطا محمد "	عار
۱۹۰ جناب جلال الدین خان "	عار	ایضاً "	[illegible]	۹۸۳ جناب محمد عباس خان "	عار
۱۹۱ جناب ملک غلام محمد "	عہ	۶۲۶ جناب منشی عبدالعزیز "	عہ	۶۱۱ جناب ڈاکٹر محمد حسین "	عہ
۳۶ جناب محمد حسین "	عہ	۱۵۵ جناب محمد اسحاق "	۸ر	۱۰۵ جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین "	عار
۹۹۱ جناب بابو نذیر احمد "	عار	۹۰ جناب چوہدری حسین بخش "	عار	۲۵۵ جناب شیخ فتح دین "	عار
۸۰ جناب منشی ہاشم علی "	عار	۱۳۱ جناب بابو غلام محمد "	عار	۱۰۴۱ جناب سید حیات علی "	عار
۱۰۳۵ جناب سید عابد علی "	عار	۹۹۵ جناب عبدالحکیم "	عار	۴۰ جناب یار محمد خان "	عار

نمبر ۱۰۳۲ جناب عبدالعزیز صاحب عا/ ار
نمبر ۱۰۱۲ جناب حاجی عبدالرحمن " عا/ ار
نمبر ۹۰۶ جناب چوہدری بُڈھے خان " عا/ ار
نمبر ۳۲ جناب شیخ محمد مبارک اسمٰعیل " چار
نمبر ۴۲۱ جناب بابو نذیر الدین " عا/ ار
نمبر ۶۲ جناب منشی محمد افضل " عا/ ار
نمبر ۷۵ جناب غلام مجتبےٰ صاحب ہانگ کانگ عا
نمبر ۹۳۵ جناب پیر خان محمد " عا/ ار
نمبر ۲۴ جناب مولوی غلام امام " عا/ ار
نمبر ۹۱۹ جناب حسین علی " عا/ ار
نمبر ۴۰ جناب منشی رئیس الدین " عا/ ار
نمبر ۹۹ جناب منشی عبدالعزیز " عا/ ار
نمبر ۱۲ جناب میاں جمال الدین " عا/ ار

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء

نمبر ۱۰۳۶ جناب غلام رسول صاحب عا/ ار
نمبر ۱۰۳۹ جناب غلام رسول " عا/ ار
نمبر ۱۴۸ جناب ڈاکٹر سید جلال " ے
نمبر ۵۰۹ جناب حکیم اخوند محمد رمضان " عہ
نمبر ۴۴ جناب منشی عبداللہ غلام محمد " عہ/ ار
نمبر ۵ جناب گل حسن " عا/ ار
نمبر ۳۵۱ جناب بابو فضل الٰہی " عا/ ار

جناب ڈاکٹر راما نند صاحب عا/ ار
جناب مولوی عمر الدین " سعہ
نمبر ۱۷ جناب مولوی عزیز بخش " عا/ ار
نمبر ۲۵ جناب حافظ احمد الدین " عا
" فروختگی کتب ۴ر
نمبر ۸۰ جناب مولوی غلام نبی صاحب عا/ ار
فروختگی کتب۔ صادق تونگی رنجنامہ عا
نمبر ۳۱ جناب نذیر محمد صاحب عا/ ار
نمبر ۹۳۰ جناب سید محمد اسماعیل " عہ
نمبر ۱۳۹ جناب عبدالعزیز " عہ/ ۸ر
فروختگی کتب صادق تونگی رنجنی ۱ار
نمبر ۸۵ جناب میاں ظہور الدین " چار
نمبر ۱۴۹ جناب حکیم محمد بخش " عا/ ار
نمبر ۳۵ جناب منشی غلام حیدر " عا/ ار
نمبر ۵۶۲ جناب حکیم احمد الدین " عا/ ار
نمبر ۷۷ جناب سردار خان " عا/ ار
نمبر ۱۳۱ جناب چوہدری نظام الدین " عا/ ار
نمبر ۱۱۵۵ جناب غلام سرور " عا/ ار
نمبر ۹۸۲ جناب منشی غلام نبی " عا/ ار
جناب ذوالفقار علی خان " عا/ ار
نمبر ۱۱۷ جناب یار محمد " عا/ ار

نمبر ۱۳ جناب محمد امیر صاحب عا/ ار
نمبر ۲۶۶ جناب شیخ کرم الٰہی " عا/ ۲ر
ڈاکٹر راما نند " عا/
ای ایچ کولمبو سعہ
نمبر ۱۳ جناب یعقوب خان " عا/
نمبر ۳۶ چوہدری غلام محمد " عا/
جناب نور الٰہی " ۰ر
نمبر ۲۷ جناب منشی غلام محمد " عا/ ار
جناب ڈاکٹر ایس کے برمن کلکتہ ۵ر
نمبر ۹۵۷ جناب محمد سلطان " عا/ ار
نمبر ۱۵۱ جناب نبی بخش " چار
جناب قاضی اکمل " ۳ر

بابت ماہ مئی ۱۹۱۱ء

جناب عبدالماجد صاحب پروفیسر ۱۳ر
نمبر ۱۱۶ جناب دین محمد صاحب ۱ر
نمبر ۳۸۲ جناب منشی غلام احمد " عا/ ۲ر
نمبر ۱۲۱ جناب چوہدری عبداللہ خان " ہے
جناب سید محمد عبدالواحد بیرسٹر " ۱۰ر
جناب چوہدری عبدالسلام قادیان " ۲ر
نمبر ۱۰۲۴ جناب منشی محمد احسان الحق " عا/ ار
نمبر ۱۰ جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل حقانی دہلی " عا/

۵۵۳ جناب خداداد خان صاحب " ۱ر عار	۱۱۷۶ جناب مرزا عباس علی " عار	۱۳۳۰ جناب محمد الدین صاحب عار
۶۷۳ جناب نواب خان " سے	۳۱۳ جناب حافظ محمد " عار	۱۳۳۱ جناب میاں مظفر الدین " عار
جناب سید وزارت حسین سراجگنج للعہ	۱۳۱۴ جناب چوہدری غلام حیدر " ۱ر عار	۱۳۳۱ جناب صاحبزادہ عبد اللطیف " عار
جناب بابو نبی بخش " عار	۱۳۱۴ جناب میاں حاکم و نور محمد وغیرہ " عار	۱۳۳۴ جناب منشی عبد الرحیم " عار
جناب ماسٹر شیر علی صاحب قادیان " عار	۱۳۱۵ جناب چوہدری غلام علی " عار	۱۳۳۵ جناب سردار گوندل " عار
۲۹ جناب مولوی سید محمد رضوی " ۱ر عار	۱۳۱۶ جناب قاضی فتح محمد " عار	۱۳۳۶ جناب مولوی فتح محمد " عار
۱۲۹۹ جناب نبی بخش " ۱ر	۱۳۱۷ جناب حسین بخش " عار	۱۳۳۷ جناب محمد سعد اللہ " عار
۱۰۹ جناب حشمت اللہ " عہ	۱۳۱۸ جناب رحمت اللہ " عار	۱۳۳۸ جناب بابو سراج الدین " عار
۱۰۷۵ جناب پیر مظہر قیوم " ۴ر	۱۳۱۹ جناب ملک فضل الدین عار	جناب محمد حسین خان صاحب اجمیر " صہ
۱۲۲ جناب منشی گلاب الدین " ۶ر	۱۲۹۲ جناب میاں احمد بخش " عار	ماہ جون سنہ ۱۹۱۱ء
۲۰۸ جناب مفتی گلزار محمد " عار	۱۳۲۰ جناب سید محمد فتح علیشاہ " عار	۱۳۲۸ جناب مستری اللہ بخش صاحب ۱عہ
۲۴۲ جناب مولوی محمد علیخان " للعہ	۱۳۲۱ جناب عطاء اللہ " عار	۱۲۴۶ جناب رحمت علی " ۵ر
۱۳۰۷ جناب منشی مبارک علی " عار	۱۳۲۲ جناب قاضی جلال الدین " عار	جناب محمد امیر " ۳ر
۱۳۰۱ جناب غلام رسول " عار	۱۳۲۳ جناب چوہدری فتحدین " عار	۱۲۷ جناب مولوی محمد اسماعیل " للعہ
۱۳۰۸ جناب ڈاکٹر جلال الدین " عار	۱۳۲۴ جناب میاں غلام نبی و غلام رسول وغیرہ چنیاں عار	۱۰۸۹ جناب شیخ عبد الرحمن " ۴ر
۱۳۰۹ جناب میاں عدالت بیگ " عار	۱۳۲۴ جناب فضل الٰہی صاحب للعہ	۱۲۰۵ جناب عمر الدین صاحب افریقہ سے
۱۳۱۰ جناب چوہدری علی احمد " عار	۱۳۲۵ جناب چوہدری صوبہ خان " عار	۱۲۷۰ جناب نواب دین " ۸ر عہ
۱۳۱۱ چوہدری فضل احمد " عار	۱۳۲۶ جناب میاں احمد الدین " عار	۱۲۷۸ جناب عبد الکریم " عار
۱۳۱۲ جناب نظام الدین " عار	۱۳۲۷ جناب محمد علی و مولا بخش چنیان عار	۱۳۴۳ جناب چوہدری محمد لطیف " عار
۱۲۰۰ حسین بخش و غلام محی الدین " عار	۱۳۲۸ جناب منشی عبد اللہ خان " صہ	۱۳۴۴ جناب افتخار الدین " ۱ر عار
۱۲۴۹ جناب حسن موسیٰ خان " عار	۱۳۲۹ جناب چوہدری رحمت خان " عار	۱۳۴۴ جناب مرزا محمد شفیع " سے
۱۵۸ ڈاکٹر حسن علی " ۱ر		

جناب قاضی اکمل صاحب ۱۲ر
جناب شیخ عبدالعزیز ،، سکرٹری میرٹھ عہ ۱۲ر
۱۰۹۶ جناب خدابخش ،، عہ
۱۰۹۳ جناب ماسٹر عبدالعزیز ،، ۴ر
۱۰۶۹ جناب ماسٹر محمد الدین ،، عہ
۱۲۴۵ جناب خان محمد شریف خانزادہ ،، عا
۱۳۴۴ جناب غلام مرتضیٰ ،، عا
جناب عبدالرزاق سکرٹری بنارس عہ
جناب چوہدری فتح محمد ،، ۲ر
۱۳۴۹ جناب شیر افضل خان ،، عا
۱۳۵۰ جناب میاں عبدالرحمٰن ،، عا
۱۳۵۱ جناب غلام محمد ،، عا
۱۳۵۲ جناب محمد الدین ،، عا
۱۳۵۳ جناب عبدالرحمٰن ،، سے
جناب مولوی محمد اسماعیل ،، ۴ر
۱۳۵۵ جناب قاضی منیرالدین ،، عا
۱۳۵۶ جناب کریم بخش ،، عا
۲۶۵ جناب پیر برکت علی ،، عہ
۱۳۵۷ جناب اللہ دتہ ولد جیوا ،، عا
۱۳۵۸ جناب منشی غلام محمد ،، عا
۱۳۶۷ جناب امجد علی ،، ۲ر

۱۳۵۹ جناب مرزا محمد ابراہیم ،، عا
۱۰۹۷ جناب محمد صادق ،، عسہ
۱۳۶۲ جناب محمد زمان ،، عا
۱۳۶۳ جناب مولوی حیدر علی ،، سے
جناب بابو ظہور الحسن ،، عا

ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

۱۳۶۱ جناب مولوی محمد رمضان صاحب عا
۱۳۶۵ جناب ڈاکٹر جان محمد ،، عا
۱۲۹۰ جناب منشی محمد اسماعیل عا
۱۲۶۶ جناب خدابخش ،، ۵ر
۷۲۰ جناب غلام حسین ،، ۹ر
جناب ماسٹر عبدالعزیز قادیان ،، ۴ر
جناب شیخ عبدالرحمٰن قادیان ،، ۴ر
۱۴۰۵ جناب ابوبکر بن محمد جمال یوسف ،، ۸ر
۱۳۹۹ جناب عنایت اللہ ،، عا
،، رسالہ ماہ اپریل یک جلد ۲ر
۱۳۶۳ جناب محمد حسین ،، عا
۱۳۶۹ جناب محمد عظیم ،، عا
از دفتر ریاست الکھائی اخبار عا ۱۴ر
۱۳۳۹ جناب غازی الدین محمد یوسف ،، عا
۱۳۷۰ جناب حکیم فیض احمد ،، عا

۱۳۷۱ جناب محمد شفیع صاحب عا
۱۳۶۰ جناب عطا محمد ،، عا
۱۳۷۲ جناب قمر الدین ،، سے
۱۳۷۴ جناب غلام رسول ،، عا
۱۳۷۵ جناب محمد افضل ،، ۸ر
۱۳۷۸ جناب مظہر حسین خان ،، عا
۱۳۷۹ جناب مولا بخش ،، عا
جناب بشیر احمد ،، ۲ر
۱۳۸۰ جناب علی محمد ،، عا
۱۳۸۱ جناب موج دریا ،، عا
۱۳۸۲ جناب فیروز الدین ،، عا
۱۳۸۴ جناب برخوردار ،، عا

ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء

۱۱۵۱ جناب محمد عبدالہادی صاحب سے
۱۳۸۴ جناب کبیرالدین ،، عا
۱۳۱۶ جناب عبداللہ خان ،، عمر
۱۳۸۷ جناب کرامت اللہ ،، عمر
۱۳۸۵ جناب محمد بدرالدین ،، سے
۱۳۸۸ جناب منشی علم الدین ،، عا
۱۳۸۹ جناب شیخ قدرت اللہ ،، عا
۱۳۹۰ جناب منشی محمد یوسف ،، عا

۱۳۶۱ جناب منشی علی محمد صاحب	۶ار
۱۳۹۲ جناب حکیم عبدالحی "	۶ار
۱۳۹ جناب قائم الدین "	۶ار
۱۱۹۳ جناب عبدالمنان "	عہ
۹۳۸ جناب ماسٹر نظام الدین	عہ
رسالہ ماہ اپریل سنہ دو جلد	۵ر
صادقوں کی روشنی	۱۴ر
ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء	
۸۹۲ جناب منشی امیر احمد صاحب	۶ار
۱۱۶۱ جناب میاں شیر محمد خان "	۶ار
۱۳۴۳ جناب عبدالرحیم خان "	عہ
۹۷۱ جناب منشی فرزند علی "	۱ر ہے
۱۱۴۳ جناب منشی فضل کریم "	۱ر ہے
۷۳ جناب حاجی امیرالدین محمد اسماعیل "	۱ر ہے
۸۹۶ جناب مرزا یعقوب بیگ "	۱ر ہے
۲۲ جناب شیخ رحمت اللہ "	۱ر ہے
۳۰۶ جناب ڈاکٹر فضل کریم "	۱ر ۶ار
۱۵۸۷ جناب میاں رحمت اللہ "	۱ر عہ
۱۴۱ جناب بابو محمد اسمٰعیل "	۱ر ۶ار
۹۳ جناب سید صادق حسین "	۱ر عہ
۵۰۷ جناب سید امیر علیشاہ "	۱ر ہے

۱۰۲۴ جناب احسان الحق صاحب	۱ر عہ
۲۷ جناب بدرالدین "	۱ر عہ
۳۷۵ جناب عبدالرحمن اسمٰعیل خان "	۱ر عہ
۶۷ جناب عبدالغنی خان "	۱ر عہ
۱۰۳۶ جناب الٰہ بخش "	۱ر ہے
۷۰ جناب ظہورالدین "	عہ
۱۲۰ جناب منشی عبدالحق "	۱ر للعہ
۹۵۸ جناب ڈاکٹر حسن علی "	۸ر
۱۰۸۶ جناب محمد الم یوسف علی "	ہے
عہ جناب عبدالخالق محرر صدر ڈیرہ غازیخان	۶ار
۹۳ جناب ڈاکٹر بشارت احمد "	۶ار
۱۴۳ جناب عبدالحق "	۶ار
۱۴۴ جناب میر بشارت احمد "	عہ
۱۴۰ جناب محمد مبارک "	۱ر عہ
منشی غلام نبی یک رسالہ	۰۲ر
عبدالرحمن کاغانی اجنٹ کلی	۱ر عہ
۵۳ جناب محمد الدین "	۶ار
۸۵۶ جناب منشی جھنڈیخان	عہ
۵۲۶ جناب پیر برکت علی "	عہ
۰۹۳ جناب محمد صادق "	۶ار
۸۳۴ جناب عبداللہ سیکنڈ ماسٹر	۶ار

۱۲۱۷ جناب نور احمد صاحب	عہ
جناب عزیزالدین صادقوں کی روشنی	۱۴ر
بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱	
جناب میاں محمد صادق "	۱۴ر
۱۹۸۷ جناب اللہ دتہ	عہ
۱۱۲ جناب اسد اللہ	ہے
۱۳۲۰ جناب نواب محمد فضل خاں	عہ
۱۱۸۰ جناب شیخ الٰہی بخش "	عہ
۱۷۵ جناب حیات محمد "	۱۲ر
۱۰۱۵ جناب میاں قطب الدین "	۱ر عہ
۱۳۲۶ جناب بابو سراج الدین "	۱ر عہ
۳۸۰ جناب منشی ہاشم علی	۱ر ہے
۹۳۲ جناب سلطان عالم "	عہ
جناب محمد فضل خان گیگا صاحب	۶ار
جناب قادر خان صادقوں کی روشنی یک	۲ر
جناب حبیب اللہ "	۲ر
۱۴۰۵ جناب بابو منظور محمد "	۱ر عہ
۹۰۹ جناب منشی نبی بخش "	۱ر عہ
۱۴۱۰ جناب سندھی شاہ "	۱ر عہ
۸۵۸ جناب حسین علی صاحب ڈاکٹر	۸ر
۳۸۴ جناب سلطان عالم البرق یک جلد	۴ر

۵۱۷ جناب الٰہی بخش و رحیم بخش صاحب	لعہ	۱۴۰۳ جناب عبداللہ جان صاحب	۶/	۶۱۹ جناب سید انعام رسول صاحب	۶/
۹۲۷ جناب شیخ عبدالرشید „	۶/	۱۴۴۸ جناب مرزا امیر احمد „	لعہ	۹۲۳ جناب میاں نور محمد „	۶/
۹۴۵ جناب محمد امین „	۶/	۶۰۳ جناب محمد علی „	عہ	۹۲۱ جناب شیخ خدا بخش „	۶/
۳۵۱ جناب فضل الٰہی „	عہ	۱۱۰۶ جناب شیخ خدا بخش „	عہ	۹۹۶ جناب میاں امیر الدین „	۶/
۱۲۱۱ جناب منشی عبدالعزیز „	عہ	۱۳۵۹ جناب فتح محمد „	عہ	۱۱۱۷ جناب نیاز محمد „	۶/
۱۲۱۲ جناب فتح محمد „	عہ	۱۱۸۶ جناب علی گوہر „	عہ	۱۳۱ جناب منشی عبدالعزیز „	عہ
۱۲۱۳ جناب مستری محمد حسین „	عہ	۱۱۹۹ جناب عبدالصمد „	۵/	۱۲۱۵ جناب محمد عبدالحق „	عہ
۱۲۱۴ جناب الہ دین „	عہ	۱۰۱۳ جناب ماسٹر سلطان بخش „	۶/	۱۱۹۱ جناب مولوی محمد ابراہیم „	عہ
۱۲۸۵ جناب احمد دین „	۶/	۹۲۸ جناب منشی عبدالرحمٰن „	۶/	۱۱۵۴ جناب منشی محمد الدین „	عہ
۹۲۹ جناب ڈاکٹر ممتاز علی „	۶/	۷۰۰ جناب چوہدری فیروز خان „	۶/	۱۱۶۳ جناب میرا اعجاز حسین „	عہ
۷۶۹ جناب اللہ داد خان „	۶/	۶۳۸ جناب محمد اشفاق „	۶/	۱۲۱۱ جناب چوہدری غلام محمد „	عہ
۳۶۶ جناب منشی عبدالکریم „	۶/	۶۶۷ جناب عبدالواحد „	۶/	۱۴۱۵ جناب رحیم بخش „	عہ
۱۰۹۸ جناب منشی برکت علی „	۶/	۹۰۲ جناب احمد علی „	۶/	۱۴۱۶ جناب ڈاکٹر فضل کریم „	عہ
۹۰۹ جناب مستری محمد دین „	۶/	۹۸۳ جناب عبداللطیف „	۶/	۱۴۱۷ جناب فتح محمد „	عہ
۴۴۳ جناب حبیب احمد „	۶/	۳۵۶ جناب محبوب عالم „	عہ	۱۴۱۸ جناب خواجہ محمد صدیق „	عہ
۱۷۵ جناب سردار خان „	۶/	۹۹۸ جناب حکیم احسان الٰہی „	۶/	۱۴۱۹ جناب سید نور الحسن „	عہ
۴۲۵ جناب غلام حیدر „	۶/	۱۲۹۹ جناب اکبر علی „	۶/	۱۴۲۱ جناب منشی نور محمد „	۶/
۶۹۸ جناب خدا بخش „	۶/	۸۵۱ جناب نبی بخش „	عہ	۱۴۲۹ منشی خدا بخش „	عہ
۱۲۹۴ جناب سردار جمیل اللہ „	۶/	۱۰۷ جناب مولوی عبداللہ جان „	عہ	۱۴۵۰ جناب منشی علم الدین „	۱۳/
۱۱۵۹ جناب غلام محمد „	۶/	۱۰۹۲ جناب میاں محمد „	عہ	۱۳۲۹ جناب مفتی محمد ظہیر الدین	۱۳/
۹۹۵ جناب منشی رحمت اللہ „	۶/	۱۴۶ جناب خیر الدین خان „	لعہ	۱۴۰۰ جناب چوہدری چھجو خان „	عہ

۱۲۱۴ جناب محمد رفیق صاحب عہ ار	۹۶۲ جناب سردار محمد صاحب ع/ ار	۱۲۲۸ جناب چوہدری نواب خان صاحب عہ ار
۳۲۴ جناب مولوی محمد یمین ״ عہ ار	۱۱۲۶ جناب چوہدری غلام قادر ״ ع/ ار	۱۲۳۱ جناب محمد حیات خان ״ عہ ار
۱۷۶ جناب چوہدری فضل الہی ״ ع/ ار	۱۲۰۷ جناب سید محمود شاہ ״ ع/ ار	۱۱۹۰ جناب منشی غلام محمد ״ عہ ار
۹۵۰ جناب بابو محمد قاسم علی ״ ع/ ار	۱۰۰۹ جناب شیخ فتح محمد ״ ع/ ار	۱۲۱ جناب قاضی ریاض الحسن ״ ع/ ار
۹۵۱ جناب راجہ شیر محمد ״ ع/ ار	۹۰۴ جناب محمد موسیٰ ״ ع/ ار	۱۲۲۷ جناب اسماعیل و اسحاق جی ״ ع/ ار
۱۰۰۰ جناب مولوی محمد یعقوب خان و محمد یحییٰ صاحبان ع/ ار	۹۴۹ جناب منشی محمد روڑا ״ ع/ ار	۹۷۰ جناب محمد حیات ״ ع/ ار
۱۰۳۲ جناب شیخ محمد عبد اللہ صاحب ع/ ار	۱۰۵۰ جناب فتح علی ״ ع/ ار	۲۰۶ جناب نور الدین و فیروز محمد صاحبان قادیان ع/ ار
۲۰۷ جناب بابو محمد فاضل ״ ع/ ار	۹۷۳ جناب محمد بخش ״ ع/ ار	۶۳۹ جناب چوہدری فکر الدین ״ سعہ ار
۶۷۵ جناب منشی غلام محمد ״ ع/ ار	۸۲۳ جناب شاہ سرن ״ عہ ار	۹۸۶ جناب محمد حسین ״ سے
۵۸۴ جناب میاں قطب دین ״ ع/ ار	۱۱۸۱ جناب پیر برکت علی ״ عہ	۳۸۵ جناب منشی عبد العظیم ״ ع/ ار
۵۲۳ جناب مولوی غلام اکبر خان ״ ع/ ار	۱۳۳۲ جناب محمد سلطان ״ عہ ار	۶۰۸ جناب چوہدری باغ الدین ״ ع/ ار
۲۹۱ جناب ملک غلام احمد ״ ع/ ار	۱۳۶۴ جناب عبد الرحمن ״ عہ ار	۱۶۷ جناب عبد العزیز ״ ۹/
۶۹۷ جناب سید اولاد حسین ״ ع/ ار	۷۶۶ جناب مولوی محمد تقی ״ للعہ ار	۱۰۹ جناب بابو غلام محمد ״ للعہ
۸۰۹ جناب ڈاکٹر محمد امین ״ للعہ ار	۶۶۶ جناب منشی احمد حسین ״ ع/ ار	۹۱۵ جناب سی۔سی حسین ״ ع/ ار
۱۲۱۰ جناب فضل دین ״ عہ ار	۹۱ جناب ملک حسن محمد ״ ع/ ار	۱۰۷ جناب حکیم محمد حسین ״ ع/ ار
۱۳۰۲ جناب حکیم اللہ دتہ ״ عہ ار	۷۵۷ جناب محمد علی ״ ع/ ار	۹۱۶ منشی عبد الاکبر خان ״ ع/ ار
۱۲۷۳ جناب غلام رسول ״ عہ ار	۱۳۷۴ جناب ولی محمد ״ عہ ار	۹۲ جناب مولوی ابو محمد ״ ع/ ار
۲۰۱ جناب شیخ جان محمد ״ ع/ ار	۱۲۰۵ جناب پیر حسین شاہ ״ عہ ار	۵۷۵ جناب بابو نور محمد ״ ۹/
۱۲۴ جناب احمد حسن ״ ع/ ار	۱۲۱۹ جناب محمد سعید اللہ ״ عہ ار	۱۹۵ جناب پیرزادہ حامد علی ״ عہ ار
۵۴۶ جناب چوہدری غلام محمد ״ ع/ ار	۱۲۰۲ جناب مرزا احمد بیگ ״ عہ ار	بابت ماہ نومبر ۱۹۱۱ء
۱۲۷ جناب ماسٹر محمد اشرف ״ ع/ ار	۸۴۲ ماسٹر ددو وہاد یخان ״ ۱۰ ار	۹۶۰ جناب امام الدین صاحب ۲/

- ۱۲۱۴ جناب سلطان حامد و محمد مراد صاحبان — عا
- ۸۲۲ جناب کریم الدین صاحب — ہے
- مولوی عبد الحق سوداگر ,, — عہ
- جناب مظہر علی ہیرادر ,, — عہ
- ۱۲۲۸ جناب محمد حبیب اللہ ,, — عا
- ۴۲۷ جناب بابو عبد الرحیم ,, — عا
- ۱۲۱۳ جناب منشی غلام رسول ,, — عا
- ۲۰۳ جناب قدرت اللہ ,, — عہ
- ۱۴۲۶ جناب بابو امیر الدین ,, — عہ
- ۳۷۵ جناب امیر حسین ,, — عا
- جناب بوٹیخان ,, — عہ
- ۴۸۰ جناب فیروز علی ,, — عہ
- ۱۱۰۸ جناب مرزا عبد الغنی ,, — عہ
- ۱۷۵ جناب شیخ طاہر الدین ,, — عہ
- جناب شیخ محسین ,, — عا
- ۱۴۳۶ جناب شیخ نذیر احمد ,, — عہ
- ۱۰۳۱ جناب محمد سلیم خان ,, — عہ
- ۹۰۷ جناب سردار امام بخش ,, — عہ
- ۱۲۰۹ جناب احمد الدین خان — عہ
- ۱۲۳۴ ایم بشیر الدین صاحب نظیرہ — عہ
- ۱۴۳۰ جناب صفدر خان ,, — عا
- احمد نور صاحب کابلی اجرت اشتہار — ۱۲

- ۱۲۹۱ جناب جان محمد صاحب — ہے
- ۱۰۵۵ جناب حکیم احمد علی ,, — عا
- ۳۲۴ جناب فتح الدین ,, — عا
- ۱۴۳۳ جناب غلام مصطفےٰ ,, — عا
- ۱۸۴ جناب بشیر الدین صاحب — عہ
- ۱۵۴ جناب محمد اسمٰعیل ,, — عا
- ۱۴۳۴ جناب عبد الکریم ,, — عا
- ۹۱۰ جناب امیر اللہ ,, — للعہ
- ۱۲۹۰ جناب غلام محمد ,, — عا
- ۳۵۶ جناب محبوب عالم ,, — عہ
- ۱۱۴۵ جناب منشی محمد حسین ,, — عہ
- ۱۱۵ جناب منشی خلیل الرحمٰن ,, — عہ
- ۱۴۳۵ جناب سید مبارک شاہ ,, — عا
- ۱۰۴۷ جناب رحمت علی ,, — ۳ر
- ۸۲۳ جناب محمد عثمان ,, — عا
- ۲۰۸ جناب منشی محمد حسین تمیم — عہ
- ۸۵۸ جناب ڈاکٹر حسن علی ,, — ۸ر
- ۸۶۲ جناب غلام محمد صاحب — عا
- ۱۴۲۱ جناب فیروز الدین ,, — عہ
- ۱۰۱۶ جناب بو کرم الٰہی ضلعدار — عا
- سید فتح علیشاہ صاحب — للعہ

- ۳۱۸ جناب سردار محمد عجیب خان صاحب — عا
- ۱۲۲ جناب منشی گلاب الدین ,, — ۸ر
- ۱۰۲۹ جناب ماسٹر محمد الدین ,, — عہ
- ۲۲۰ جناب گل محمد ,, — عہ
- ۲۳۱ جناب ڈاکٹر الٰہی بخش قادیان — عا
- ۱۴۲۹ ماسٹر محمد الدین قادیان ,, — عہ
- ۱۱۹ جناب ماسٹر سکندر علی قادیان — عا
- ۹ جناب مولوی شیر علی قادیان — ہے

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء

- ۱۳۳ جناب نذیر احمد صاحب — ۶ے
- ۱۰۵ جناب مستری احمد حسین ,, — عہ
- ۲۹ جناب نواب محمد علیخان صاحب قادیان — ۷۲
- ۱۳۰۶ جناب عابد حسین شاہ بکسوانا — عا
- ۱۴۴ جناب منشی علی محمد صاحب — عا
- ۱۱۱۶ جناب بابو دین محمد کلرک ,, — عہ
- ۱۴۲۵ جناب کرم الٰہی ,, — عا
- ۱۴۳۹ جناب عبد الرحمٰن ,, — عا
- ۱۴۴۶ جناب مرزا نواب بیگ ,, — عا
- ۱۴۴۷ جناب مولوی مختار الدین ,, — عا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء

مال مانگتے ہیں جان نہیں مانگتے

میرا خطاب اس جماعت سے ہے جو صحابہ کرام کی جانشین ہے۔ جن کی پیشانیوں میں سعادت کا نور چمکتا ہے۔ جنھوں نے ایک نبی کی آغوش تربیت میں کئی سال پرورش پاکر دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کا سبق سیکھا۔ جو اپنے پیارے رشتہ داروں اور محبوب دوستوں اور کام آنیوالے متعلقین کو چھوڑ کر خدا کے ہو گئے۔ اور اس دنیا کی جھوٹی عزّت کی کچھ پروا نہ کی۔ اس طوفان ضلالت میں جبکہ لوگ قعرِ جہنّم کی طرف بہے جا رہے تھے۔ اُنھوں نے ایک نجات دِہندہ کی آواز سنی۔ اُسے لبیک کہا اور اپنے استقلال کے ساتھ طوفان میں چٹان بن گئے۔ ہزاروں بلائیں اُن کے سر پر نازل ہوئیں لاکھوں مُصیبتوں کا سامنا ہُوا۔ کروڑوں مشکلات سے مقابلہ پڑا۔ مگر آفرین ہے انکے ایمان پر کہ یہ اپنے مرکز سے نہیں ہٹے۔ اپنی جگہ سے نہیں ہے

جس کے ہو چکے تھے۔ اُسی کے رہے۔ اپنی عزت اپنی آبرو اپنا مال۔ اپنی جان اُنھوں نے اپنے محبوب پر قربان کردی۔ اور دنیا کی دِلفریب باتوں کی کچھ پروا نہ کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ انکے مساعی جمیلہ کے مشکور ہونے کے ثبوت میں خود اُن کی ترقی کا نقشہ ہمارے سامنے ہے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ایک سے ایکسَو ہوئے۔ سو سے ہزار اور ہزار سے لاکھ۔ اور لاکھ سے پھر کتنی لاکھ انھوں نے اپنی جان نثاری خدا کی راہ میں وہ کچھ دکھلائی۔ کہ بایدو شاید۔ سو اسی ایثار کے انعام میں اُنکو حیات طیّبہ دی گئی۔ ان کو ایک نور ملا۔ جس کی روشنی میں وہ اپنے کاروبار بڑے احترام بڑے اکرام کے ساتھ ادا کرنیکے قابل ہیں۔ لیکن میرے دوستو! خدا کا کسی قوم سے رِشتہ نہیں اگر ہم سُست ہو جاوینگے۔ تو خدا تعالیٰ کے اس قانون سے بچنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ جو ایسے سُست لوگوں کے لئے مقرر ہے۔ اگر ہم ذرا بھی غفلت سے کام لیں گے۔ تو سب بنا بنایا کام بگڑ جائیگا۔ اور ہماری ساری اگلی پچھلی کارروائیوں پر پانی پھر جائیگا۔ سو قبل اسکے کہ ایسا منحوس وقت آئے۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ بیدار ہوں۔ اور پیشتر اِسکے کہ ہمارا مقابلہ ناکامی کی بلاؤں سے پڑے۔ ہمیں لازم ہے۔ کہ تیار ہوں۔ اور کیوں تیار نہوں۔ جب کہ ہم اِس جماعت کے معزّز افراد ہیں جن میں حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت ثانیہ ہونی روزِ ازل سے قرار پا چکی تھی جنھوں نے ایک جہان کے لئے امت قائمہ بنکر اُنکا پیشرو بننا تھا۔ جو اس تاریکی کے زمانے میں نورانی ستارے بن کر آسمان رفعت پر چمکنے والے تھے جن کے اقبال کا آفتاب وہ ہے۔ جس کی شان میں کہا گیا ہے۔ ابدًا علیٰ افق العلیٰ لاتغرب۔ جو اس مصفّٰی چشمہ کی مانند ہیں۔ جس میں نہانے سے تمام قسم کے امراض دور ہوتے ہوں اور جس

کے پانی سے تمام تشنہ کاماں ملّت نے سیراب ہونا تھا۔جو دنیا میں اس لئے منتخب کئے جانے تھے۔کہ صحابہ کرام کی شان ایکدفعہ پھر مخلوق کو دکھا دیں۔اور انہیں بتادیں۔کہ یوں دنیا پر لات مار کر دنیا کو اپنا خادم بنایا جاتا ہے۔اور یوں قرآن شریف پر عمل کرکے ان انعامات کے وارث ہوتے ہیں۔جو اسکے متبعین کے لئے مقدر ہیں۔اور یوں اسی زندگی میں جنت الفردوس کے مزے لوٹے جاتے ہیں۔جو اسکے پیرووں کے لئے مقرر ہیں۔اگر ہم یہ بات اپنے حریفوں کو نہیں دکھا سکتے۔تو میرے دوستو! میں سچ کہتا ہوں کہ ہم کچھ بھی نہیں۔اور ہماری ہستیاں بجائے اسکے کہ مفید ثابت ہوں اسلام کے لئے مضر ہیں۔کسقدر افسوس کی بات ہے کہ دنیا پرستی کی بُو اس قوم سے آئے۔جو خدا کے ہاتھوں سے معطّر کئے ہوئے مسیح کی صحبت سے فیض اٹھا چکی ہے۔جس کو پہلے روز سے یہی سبق دیا گیا ہو۔کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہوگا۔اور جیسے یہ بارہا سنایا گیا ہو۔کہ ؎

جہنّم کز و داد قرآن خبر ✻ ہمیں حرص دنیا است جانِ پدر

چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَمَّا مَن طَغٰی وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ ھِیَ الْمَاْوٰی۔جس نے خدا کے حکم سے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم کیا۔دوزخ اسی کا ٹھکانا ہے۔اور جو اپنے رب کے حضور حاضر ہونے سے ڈرا۔اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا۔جنّت اسی کا ملجا و ماوٰی ہے۔گویا دوزخ کیا ہے۔یہی حرص دنیا۔دوسرے مقام پر نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ سے اس کی تشریح فرمادی کہ دوزخ کی آگ انسان اپنے ساتھ لاتا ہے۔اور وہ یہی حرص دنیا ہے اور

اسی دنیا کی بعثت کو کم کرنے اور خدا کی محبّت کو زیادہ کرنے کے لئے انبیاء کی بعثت ہوتی ہے۔ چنانچہ تمام انبیاء کے مواعیظ حسنہ کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ مالکم من الٰہٍ غیرہ۔ اللہ کی ذات ستودہ صفات کے سوا کوئی تمہارا محبوب تمہارا مطلوب تمہارا مقصد نہیں۔ تمہارا قول تمہارا فعل۔ تمہاری حرکت تمہارا سکون تمہارا چلنا۔ پھرنا تمہارا اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ تمہارا کمانا تمہارا خرچ کرنا۔ الغرض تمہاری زندگی تمہاری موت محض خدا کے لئے اسی آیت کی مصداق ہو۔ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہِ رب العٰلمین۔ اسی روح کو پیدا کرنیکے لئے نماز ہے۔ روزہ ہے۔ حج ہے زکوٰۃ ہے۔ اور کلمہ شہادت ہے۔ ہر ایک کا نتیجہ یہی ہے۔ کہ انسان تقویٰ سیکھے۔ اسکے اندر ایثار پیدا ہو۔ گناہ کی زندگی سے جو عبارت ہے۔ نافرمانی حضرت رب الورٰی ہے۔ اس سے نجات ہو۔ چنانچہ نماز کے بارے میں فرمایا۔ ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر نماز کے وقت میں اپنے کام کو اپنے متعلقین کو اپنے دلپسند مشاغل کو خدا کے نام پر چھوڑنے کی تعلیم اور روز پانچ بلکہ چھ بار یہ مشق کرائی جاتی ہے پھر روزہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ یاایّھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیّام کما کتب علی الّذین من قبلکم لعلّکم تتقون۔ یعنی روزیکا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ تم خدا کے لئے حلال کی چیزیں بھی چھوڑنے کے عادی ہو جاؤ۔ تاکہ حرام سے قطعی نفرت ہو سکے۔ اگر کسی موقعہ پر اپنے بقائے نسل و بقائے زندگی کے دونوں ذریعوں (کھانا اور جماع) سے بھی ہاتھ اُٹھانا پڑے۔ تو یہ کام بطیب خاطر کیا جاسکے۔ پھر زکوٰۃ ہے۔ تو اسکا نتیجہ بھی یہی ہے کہ مال کی محبّت کم ہو۔ اور مال صرف اسلیئے جمع کیا جائے۔ کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو سکے۔ جس پر تزکیۂ نفس کا دارومدار ہے۔ حج ہے تو وہ بھی اسی تعلیم کے

لئے جس میں خدا کے لئے اپنے خویش و اقارب اپنے وطن اپنے مُلک اپنے مال و اسباب اپنے مشاغل بلکہ اپنے معمولی لباس کو چھوڑ دینے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اسکا مقصد بھی واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ شدید العقاب۔ اور تزودوا فان خیر الزاد التقویٰ میں یہی بتلایا۔ اور کلمۂ شہادت میں تو مال و جان سے زیادہ پیارے اپنے پچھلے مذہبی معتقدات کو خدا کے لئے چھوڑ دینے کا اِشارہ ہے۔ سو میرے دوستو! اگران ہر پنج ارکان اسلام کی تعمیل نے ہم میں وہ بات پیدا نہیں کی۔ جو ان کا موضوع لہ ہے۔ تو پھر کچھ بھی نہیں یاد رکھو کہ ان لوگوں کی نسبت جو مال کی محبت میں مخمور ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ جو سونا چاندی جمع کرتے رہتے اور فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرتے۔ انہیں درد دینے والے عذاب کی خبر کھولکر سنادو۔ جنھوں نے خدا کی راہ میں کچھ دیا۔ ان کے سب کام آسان ہو گئے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسریٰ اور جنھوں نے بخل کیا۔ وہ مشکلوں میں پڑ گئے واما من بخل واستغنیٰ و کذب بالحسنیٰ فسنیسرہٗ للعسریٰ دینے والوں کی مثالیں میں دے چکا نہ دینے والوں کے دو قصّے تو قرآن مجید میں ہی پڑھ لو۔ ایک قارون کہ اسکے مال و دولت کا یہ حال تھا۔ کہ انّ مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ مگر بخل نے یہ انجام کر دیا۔ کہ فخسفنا بہ وبدارہ الارض فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان من المنتصرین۔ اپنے گھر مال و اسباب سمیت زمین میں دھسا دیا گیا۔ کوئی جماعت اس کی مدد کو کھڑی نہ ہوئی۔ اور نہ وہ آپ اپنی مدد کر سکا۔ ایک اور اصحاب الجنۃ تھے۔ جنکے ذکر

سے زمینداروں کو خصوصیّت سے سبق لینا چاہئے۔ کہ یا تو انکے یہ دعوی کہ لیصرمنّہا مصبحین اور ان لا ید خلنہا الیوم علیکم المسکین آج کوئی مسکین آنے نہ پائے۔ اور یا یہ حال کہ فطاف علیہا طائف من ربک وھم نائمون۔ راتوں رات انکے سوتے عذاب الٰھی اپنا کام کرگیا۔ اور انہیں کہنا پڑا۔ بل نحن محرومون۔ ہماری تقدیر پھوٹ گئی۔ انا کنا طٰغین ہمنے سرکشی کی۔ تو ان کا یہ پھل پایا۔ غرض یہ دولتمندی کوئی آرام کا موجب نہیں۔ نہ کسی عذاب سے چھڑا سکتی ہے وما یغنی عنہ مالہ اذا تردّی اور ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ بلکہ عذاب سے چھڑانیوالا تو مال کا خدا کی راہ میں دینا ہے۔ الصدقۃ تطفیٔ غضب الرّب۔ ایک مشہور حدیث ہے پس وہ جو جنّت میں اپنا گھر بنانا چاہتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ دنیا میں معزز ومکرم ہوں۔ اور رزق کریم جناب ایزدی سے پائیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ اپنا مال خدا کی راہ میں لگائیں۔ یہ مال جو تم سے مانگا جاتا ہے۔ ان گدی نشینوں کی طرح نہیں۔ جو اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرتے ہیں۔ گھوڑے خرید لئے۔ اونٹ لے لئے۔ خیمے بنالئے۔ خانقاہ کی عمارت عالیشان بنادی۔ جو نہ کسی کے رہنے کے کام آوے۔ اور نہ کسی اور مصرف کی ہو۔ زمینیں خرید لیں۔ کہ اولاد آسائیش سے زندگی بسر کرسکے۔ یہ مال تو دین کی اشاعت کے لئے ہے اور اس خدا کے خزانے میں جمع ہونیوالا ہے۔ جو دُگنا چوگنا سترگن بلکہ سات سو گنا کرکے واپس دینے والا ہے۔ جس کے نام پر مال دینے سے گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مأتہ حبۃ واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔ مثال ان لوگوں کی جو اپنا مال خدا کی راہ میں

خرچ کرتے ہیں۔ اس دانے کی مانند ہے۔ جس کے بونے سے سات بالیں اُگیں پھر ہر بال میں سو دانے۔ اور اللہ چاہے۔ تو اس سے بھی بڑھکر دے۔ کیونکہ اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۔ سو میرے دوستو! تم کیوں خواہ مخواہ مال اپنے گھروں میں جمع کرتے اور چوروں سے ڈرتے ہو۔ کیوں بینکوں میں رکھکر ہر وقت انکے دیوالہ نکلجانے کا خطر رکھتے ہو۔ اس بینک میں جمع کرا دو۔ جہاں نہ چور کا ڈر نہ راہزن کا خطر۔ نہ دیوالے کا خوف۔ نہ کسی جعلسازی کا اندیشہ وما تقدموا لانفسکم من خیرٍ تجدوہ عند اللہ ھو خیراً و اعظم اجراً۔ اور کون کہتا ہے۔ کہ تم سب کا سب ہی دے ڈالو۔ بلکہ ماذا ینفقون کے جواب میں قل العفو ہی فرمایا۔ یعنی جو حاجت بشریہ سے بڑھکر ہو۔ اور جتنا خدا نے کسی کو دیا ہے۔ اسی میں سے خرچ کرے۔ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا مگر ہو پاکیزہ اور عمدہ۔ نہ کہ ردّی اور خراب يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ۔ اے ایمان والو! اپنی کمائی کا عمدہ و پاکیزہ مال خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور خراب و ناکارہ دینے کا ارادہ بھی نہ کرو۔ کیونکہ خود تمہاری فطرت اسپر گواہ ہے۔ کہ وہ اس قابل نہیں۔ کہ خدا کے نام پر دیا جاوے۔ جو مالوں کا حقیقی مالک اور وارث ہے۔ ہاں دینے میں فقر سے نہیں ڈرنا چاہیئے کیونکہ تنگدستی سے تو شیطان ڈراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اسے بڑھانے کا وعدہ دیتا ہے۔ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ پھر میرے دوستو! یہ تمہارا

مال کیسے پاکیزہ کاموں میں خرچ ہونیوالا ہے۔ کہ ہر ایک کام ان میں سے خود تمہارے لئے نافع ہے۔ حضرت اقدسؑ رسالہ فتح اسلام میں فرماتے ہیں۔

سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلایق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا۔ اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔ چنانچہ منجملہ اُن شاخوں کے **ایک شاخ** تالیف اور تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا۔ اور وہ معارف و دقایق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں۔ بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور انسانی تکلّف سے نہیں۔ بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دیئے گئے۔ (پس احمدیوں کا فرض ہو کہ حضرت اقدس کی کتابوں کی اشاعت کریں۔ اور آپ کی اس عبارت کو زیر نظر رکھیں)

دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنیکا سلسلہ ہے۔ جو بحکم الٰہی اتمام حجت کی غرض سے جاری ہے۔ اور اب تک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنیکے لئے شائع ہو چکے ہیں۔ اور آیندہ ضرورتوں کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہینگے (اس سلسلہ کو اب بھی جاری رکھنا چاہئے۔ اور کوئی موقعہ تبلیغ سلسلہ کا ہاتھ سے نہ نکلنے پائے)

تیسری شاخ۔ اس کارخانہ کے واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنیوالے ہیں۔ جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی

نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں۔ یہ شاخ بھی برابر نشو و نما میں ہے۔

اگر صحبت صادقین میں رہنا واجبات دین میں سے نہ ہوتا۔ تو خدا تعالیٰ اپنے کلام کو بغیر بھیجنے رسولوں اور نبیوں کے اور طور پر بھی نازل کر سکتا تھا۔ یا صرف ابتدائی زمانہ میں ہی رسالت کے امر کو محدود رکھتا اور آیندہ ہمیشہ کے لئے سلسلہ نبوت اور رسالت اور وحی کا منقطع کر دیتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی عمیق حکمت اور دانائی نے ہرگز ایسا منظور نہیں رکھا۔ اور ضرورت کے وقتوں میں یعنی جب کبھی محبت الٰہی اور خدا پرستی اور تقویٰ طہارت وغیرہ امور واجبہ میں فرق آتا ہے مقدس لوگ خدا تعالیٰ سے وحی پا کر نمونہ کے طور پر دنیا میں آتے رہے ہیں۔ اور یہ دونوں قطعے باہم لازم و ملزوم ہیں۔ کہ اگر خدا تعالیٰ کو ہمیشہ کے لئے اصلاح خلائق کی طرف توجہ ہے۔ تو یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ ایسے لوگ بھی ہمیشہ کے لئے آتے ہیں۔ کہ جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی خاص توجہ سے بینائی بخشی ہو۔ اور اپنی مرضیات کی راہ پر ثابت قدم کیا ہو۔ سو اسی بنا پر یہ عاجز اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ صحبت میں رہنے والوں کا سلسلہ اور بھی زیادہ وسعت سے بڑھا دیا جائے اور ایسے لوگ دن رات صحبت میں رہیں۔ کہ جو ایمان اور محبت اور یقین کے بڑھانے کے لئے شوق رکھتے ہوں۔ اور ان پر وہ انوار ظاہر ہوں۔ کہ جو اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور وہ ذوق انکو عطا ہو۔ جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے۔ تا اسلام کی

روشنی عام طور پر دنیا میں پھیل جائے۔ اور حقارت اور ذلت کا سیہ داغ مسلمانوں کی پیشانی سے دھویا جائے۔ اسی کی بشارت دے کر خداوند خدا نے مجھے بھیجا اور کہا۔ کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد و اب بھی اسکا جانشین جس کی پیشانی میں اسی کا نور ہے۔ یہاں موجود ہے۔

چوتھی شاخ - اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں۔ جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف لکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ ابتک عرصہ مذکورہ بالا میں نوے ہزار سے بھی کچھ زیادہ خط آئے ہونگے جن کا جواب لکھا گیا۔ بجز بعض خطوط کے جو فضول یا غیر ضروری سمجھے گئے۔ اور یہ سلسلہ بھی بدستور جاری ہے۔ اور ہر ایک مہینے میں غالباً تین سو سے سات سو یا ہزار تک خطوط کی آمد و رفت کی نوبت پہنچتی ہے۔

پانچویں شاخ۔ اس کارخانہ کی جو خدا تعالے نے اپنے خاص وحی اور الہام سے قائم کی۔ مریدوں اور بیعت کرنیوالوں کا سلسلہ ہے۔ چنانچہ اُس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا۔ کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی طیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جایگا۔ اور جو انکار میں رہیگا۔ اُس کے لئے موت درپیش ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیگا۔ اُس نے تیرے ہاتھ میں نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں

ہاتھ دیا۔ اور اُس خداوند خدا نے مجھے بشارت دی۔ کہ میں تجھے وفات دونگا۔ اور اپنی طرف اُٹھا لونگا۔ مگر تیرے سچے متبعین اور محبین قیامت کے دن تک رہیں گے۔ اور ہمیشہ منکرین پر انہیں غلبہ رہیگا

یہ پانچ طور کا سلسلہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا۔ اگرچہ ایک سرسری نگاہ والا آدمی صرف تالیف کے سلسلہ کو ضروری سمجھیگا۔ اور دوسری شاخوں کو غیر ضروری اور فضول خیال کریگا۔ مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں یہ سب ضروری ہیں۔ اور جس اصلاح کے لیئے اُس نے ارادہ فرمایا ہے۔ وہ اصلاح بجز استعمال ان پانچوں طریقوں کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی۔

اب میں اسپر کوئی زائد حاشیہ نہیں چڑھانا چاہتا۔ یہی شاخیں ہیں جنکے لئے تم سے آئے دن چندہ مانگا جاتا ہے۔ اور یہ طلبی چندہ کوئی بدعت نہیں بلکہ خدا تعالےٰ اپنے رسول کو حکم فرماتا ہے۔ کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ۔ انکے مالوں سے چندہ لو۔ تو انہیں اِس کے ذریعے سے پاک وصاف بنا دے۔ اور انکے لیئے دعائے خیر کرو۔ اور جو رسول کی اس صدا پر لَبَّيْكَ نہیں کہتے۔ یا خوشدلی و انشراح صدر سے نہیں بڑھتے۔ انکو کیا ڈانٹ بتاتی ہے۔ کہ هَآ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔ کہ سُن رکھو تم وہی ہو۔ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر بلائے جاؤ۔ تم میں سے بعض بخل کریں۔ اور جو بخل کرے۔ وہ گویا اپنے نفس ہی سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ تو غنی ہے۔ اور تم محتاج ہو۔ پس اگر دینے سے

منہ پھیر و گے۔ تو وہ ایک اور قوم تمہاری بجائے لائیگا۔ اور تم جیسے تنگدل نہ ہونگے۔ اب تم اپنی نسبت غور کرلو۔ کہ تمہارا شمار ان دو فریقوں میں سے کس میں ہونا چاہیئے۔ ایک تو وہ جو خدا کی راہ میں خرچ کرنا چٹی سمجھتے ہیں وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا۔ اور ایک وہ جنکی شان میں مندرجہ ذیل آیت آئی ہے۔ وَمِنَ الْاَعْرَابِ من یومن باللہِ والیوم الاٰخر ویتخذ ما ینفق قربت عند اللہ وصلوات الرسول الا انھا قربۃ لھم سیدخلھم اللہ فی رحمتہ ان اللہ غفور رحیم (وہ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ اور جو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے حضور تقرب اور رسول کی دعاؤں کا موجب سمجھتے ہیں۔ اور واقعہ میں یہ موجب قربت ہے۔ اللہ انکو اپنی رحمت میں داخل کریگا۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے) چونکہ آپ لوگ بھی صحابہ کرام کے بروز کہلاتے ہیں اسلئے میں ان میں سے بعض کے نفقات عرض کردیتا ہوں۔ تاکہ آپ اپنی حالتوں کا ان سے مقابلہ اور اپنے اپنے ایمان کا اندازہ لگا سکیں اور دیکھیں۔ کہ ان میں کسقدر ایثار تھا۔ اور وہ دشمنوں کے مقابلہ کیوقت کسقدر جوش میں ہوا کرتے تھے۔ جنگ تبوک میں جاتے ہیں۔ اور ایسے وقت میں انہیں جانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ جب کہ فصلیں پک کر طیار کھڑی ہیں۔ مگر وہ پاک گروہ اِس بات کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ کہ ان کا کیا حشر ہوگا یا ہم آکر کیا کھائینگے۔ دس دس آدمی ہیں۔ اور صرف ایک اونٹ۔ مگر پھر بھی انکے جوش ان کی ہمت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ حضرت ابوبکرؓ اپنا سارا مال واسباب لے آتے ہیں۔ اور جب دربار نبوی سے پوچھا جاتا ہے اخلفت لعیالک۔ اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑ آئے۔ تو کس ذوق

سے مستانہ وار کہتے ہیں۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ اللہ اور اسکا رسول۔ حضرت عمرؓ نے اپنا نصف مال حاضر کر دیا۔ حضرت عثمانؓ ایک اونٹ دوسو اوقیہ چاندی اور ہزار اشرفی سے مدد دیتے ہیں۔ اور لاعثمان احملی بعدہٗ سنتے ہیں عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس چار ہزار درہم تھے۔ وہی لے آئے۔ اور بارک اللہ سنا۔ اگر یہ دولتمند گروہ کا ذکر ہے۔ تو ذرا معمولی حیثیت کے صحابہ کی بھی سنیئے ابو عقیل انصاری نے سارا دن مزدوری کر کے دو صاع جو پائے۔ آپ نے وہی دیدیئے۔ اور ایک اور جان نثار اٹھتا ہے۔ اور کسی یہودی کا چرس کھینچتا ہے گنتی کے چند خرمے ملتے ہیں۔ وہی پیش کر دیتا ہے۔ یہ تو مال کا حال ہے۔ جان کی سنیئے۔ کہ کچھ اشخاص آتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں کہ ہمیں سواری چاہیئے۔ جواب ملتا ہے۔ لا اجد ما احملکم علیہ تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا ان لا یجدوا ما ینفقون۔ کہ میرے پاس تو کوئی سواری نہیں۔ تو اس پر غم کے مارے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ دیکھیئے خوب جانتے ہیں۔ کہ وہاں جان جانیکا خطرہ ہے۔ مگر جب پہنچنے کا ذریعہ نہیں ملا۔ تو بجائے اسکے کہ خوش ہوں۔ بچارے غم کے مارے روتے ہیں۔ یہ تھی صحابہ کرام کی حالت۔ اور یہ تھی انکی قلبی کیفیت اب اپنی طرف دیکھو۔ کہ تم سے اُنکے مقابلہ میں کیا خدمت طلب کی جاتی ہے۔ اُن سے مال جان عزت آبرو۔ وطن عزیز و اقربا سب کچھ چھڑوایا جاتا تھا۔ اور تم سے تو صرف خدمت دین کے لئے روپیہ طلب کیا جاتا ہے۔ پھر اگر اس میں سستی ہو۔ تو کیسے افسوس کی بات ہے۔ آجکل چندوں میں سُستی یا غفلت کا یہ عالم ہے۔ کہ ایک لنگرخانہ جیسی ضروری مدّ پر دو ہزار قرض ہے دوسری مدات کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ خصوصیت سے مدرسہ احمدیہ کیطرف

بہت کم توجہ دیجاتی ہے۔ اور احباب اُسکے فنڈ کے بڑھانے کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔ دوستو! یہ دنیا کے مال و اسباب دھرے رہجائینگے۔ خدا کے حضور میں یہ نہیں پوچھا جائیگا۔ کہ آپ نے دنیا میں کتنا مال جمع کیا۔ بلکہ یہ پوچھا جائیگا۔ کہ خدا کے راہ میں دیا کتنا۔ پس اس فرض کو سمجھو۔ جو خدا نے تم پر مقرر کیا ہے اور اپنے فانی مالوں میں سے یکمشت اور ماہواری زکوۃ نکالو۔ تا الٰہی بنک میں تمہارا حساب کھلجائے۔ اور تم ہمیشہ کے لئے امن کی زندگی پالو۔

بڑے دن یا کرسمس ڈیز

مسیحی مذہب کے پیرواں جہاں کہیں بھی ہیں۔ وہ کرسمس ڈیز میں خصوصیّت سے خوشیاں مناتے ہیں۔ اور پچیس دسمبر کو بمنزلہ ایک عید کے سمجھتے ہیں۔ کیونکہ کہتے ہیں۔ کہ یہ دن یسوع کی پیدائش کا دن ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک پچیس دسمبر سے یکم جنوری تک تمام دفاتر کو رخصت ہوتی ہے۔ اور مسیحی صاحبان کے ساتھ دوسرے مذاہب کے پیرواں بھی ان دنوں میں روزانہ کام کی محنتوں سے آرام پاتے ہیں اور چونکہ ان دنوں میں قریبًا ایک ہفتہ کی رخصتیں ہوتی ہیں۔ بہت سی انجمنوں کے جلسہ بھی انہیں ایام میں ہوتے ہیں۔ ہمارا جلسہ سالانہ بھی شروع ایام سے سوائے ایک مرتبہ کے ہمیشہ انہیں دنوں میں ہوتا آیا ہے۔ اور اب کے بھی انشاء اللہ اس موقعہ پر ہرجگہ کے احمدی احباب تشریف لائینگے۔ غرضیکہ یہ ایّام مسیحی گروہ میں ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ کہ جیسے مسلمانوں میں عیدین اور ہندؤں میں دسہرہ اور ہولی کے۔

لیکن یہ معلوم کرنا غالبًا ناظرین کو تعجّب ہوگا۔ کہ ان ایّام سے مسیحیوں کو ایسی ہی بے تعلقی ہے۔ جیسے کہ مسلمانوں یا ہندؤں کو اور ان دنوں میں عید منانے کیوجہ تاریخی طور پر مسیح کی پیدائش ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ سبب اور ہی ہے۔ یہ بات تاریخدان دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ کہ ابتدا ابتدا میں مسیحیت کو بڑی مشکلات پیش آئی ہیں۔ اور کئی صدی تک اس مذہب کی ترقی بہت محدود رہی ہے۔ اور ان محدود ماننے والوں میں کئی بھی ایسے لوگ بہت تھے۔ کہ جو خالص مذہب

کی خاطر جمع نہ ہوئے تھے۔ رفتار ترقی کو ایسی سست دیکھکر مسیحی منادوں نے ایسے سامان مہیا کرنے شروع کئے۔ کہ جنکی وجہ سے مسیحی مذہب کی طرف لوگوں کو توجہ پیدا ہو۔ چنانچہ سب سے اوّل جس کی توجہ اس ضرورت کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ پولوس تھا۔ پولوس کے بعد زمانہ کی ترقی کے ساتھ ان تدابیر میں بھی ترقی ہو گئی۔ منجملہ دیگر تدابیر کے مسیحیت کی ترقی کے لئے ایک تجویز یہ بھی سوچی گئی۔ کہ یورپ کی بت پرست قوموں کے رسم و رواج کو صرف ناموں کی تبدیلی کے ساتھ مذہب مسیحیت میں شامل کر لیا جاوے۔ تو وہ قومیں مسیحیت کی طرف جلد راغب ہو جائینگی چنانچہ اسی چال کے ماتحت سبت جو ہفتہ کے دن ہوتا ہے۔ اسے اتوار کے ساتھ بدل دیا گیا۔ اور واحد خدا کی بجائے تثلیث جاری کی گئی (کل آرین نسلیں تثلیث کی قائل تھیں۔ اور یورپ میں بھی یہی قومیں آباد تھیں) اور اس طرح یورپ کی مختلف اقوام کو مسیحیت کی طرف کھینچا گیا +

بڑے دنوں کا تہوار بھی مسیحیت کے وجود سے بہت پہلے یورپ میں بڑے شوق سے منایا جاتا تھا۔ اور جہاں کہیں جرمن نسل جاتی تھی۔ اس ملک میں اپنے دیوتاؤں کی عزّت کو قائم کرتی تھی۔ چنانچہ انگلستان فرانس۔ سپین۔ اور آسٹریا وغیرہ ممالک میں جب اصل باشندوں کو نکال کر انھوں نے اپنی آبادیاں قائم کیں۔ تو ان ممالک کے دیوتاؤں کو ساتھ ہی نکلنا پڑا۔ اور ان کی بجائے جرمن دیوتاؤں نے پر کی۔ ان دیوتاؤں میں سے جنکو زمانہ کی دستبرد نے ابھی قعر فراموشی میں نہیں ڈالا۔ ایک ھرابرتھا یا مسنر برتھا بھی ہے۔ اس دیوی کی نسبت پرانے زمانے کے لوگونکا خیال تھا۔ کہ رات کیوقت یہ کل شہروں میں چکر لگاتی ہے۔ اور اگر کسی عورت نے غفلت سے رات کے وقت سن کو سن بٹنے کی تکڑی پر چھوڑ دیا ہو۔ تو اُس سن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیتی ہے۔ اور خصوصیت سے پچیس دسمبر

سے چھ جنوری تک ایسا ضرور کرتی ہے۔ تاکہ غافل عورتوں کو کان ہو جائیں۔ پرانے زمانے میں یورپ میں یہ خیال عام تھا۔ کہ مذکورہ بالا بارہ دنوں میں یہ خصوصیت ہے۔ کہ آیندہ آنیوالے سال میں جو کچھ ہونا ہو۔ وہ ان بارہ دنوں میں ہو جاتا ہے مثلاً اگر پچیس دسمبر کو آندھی آئے۔ تو جنوری کے مہینہ میں آندھیاں کثرت سے آئینگی۔ اور چھبیس کو دھوپ ہو۔ تو فروری صاف مہینہ ہوگا۔ اسی طرح چھ جنوری تک ہر ایک دن ایک مہینہ کے مقابل پر ہے۔ لیکن یکم جنوری کی رات کو یہ خصوصیت ہے۔ کہ اُس رات کو سارے سال کے واقعات مختصراً کھولدیئے جاتے ہیں چنانچہ پرانے زمانے میں یورپ میں پچیس دسمبر اور یکم اور چھ جنوری کو خاص طور سے خوشیاں منائی جاتی تھیں۔ اور ان بارہ دنوں میں کسی مجرم کو سزا نہ دی جاتی تھی۔ اور کسی عدالت کی مجال نہ تھی۔ کہ خواہ کوئی کیسا سخت مجرم ہی کیوں نہ ہو۔ اُسے اُسکے جرم پر تنبیہ کر سکے۔ جرمن میں ابھی قریب کے زمانہ میں ہی یہ رسم ادا کیجاتی تھی۔ کہ یکم جنوری کی رات کو کسی اونچے ٹیلہ پر بڑی آگ روشن کیجاتی تھی اور لوگوں کا خیال تھا۔ کہ جتنی دور تک اس آگ کی روشنی پڑیگی۔ اتنی دور تک درختوں کو پھل اچھے لگینگے۔ اور کھیتیاں عمدہ ہونگی۔ اب تک جرمن میں بعض علاقوں میں یکم جنوری کی رات کو عین نصف رات گزرنے پر کسان اپنے کھیتوں اور باغوں میں جاتے ہیں۔ اور درختوں کے اردگرد بت پرستی کے زمانہ کے کچھ منتر پڑھتے ہیں۔ اور اس طرح سمجھتے ہیں۔ کہ اُنکے درخت آیندہ سال میں ہر قسم کی بیماری سے محفوظ ہو گئے۔ اور اُنکو عمدہ سے عمدہ پھل لگیں گے گو جرمن میں یہ رسومات ابتک ہوتی ہیں۔ لیکن انگلستان سے مٹے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا +

غرضیکہ گو بڑے دنوں کی عید اپنی شکل بدلکر ایک مسیحی تہوار ہو گئی ہے

لیکن درحقیقت یہ بت پرستوں کی ایک رسم تھی۔ وہ دسمبر کے مہینہ کو پہلا یول اور جنوری کو پچھلا یول کہتے تھے۔ اور پچیس دسمبر سے لیکر چھ جنوری تک کے ایام کو یول کی عیدیں کہتے تھے۔ پہلی جنوری کا دن یول ٹائڈ کہلاتا تھا۔ ان بارہ دنوں میں آگ بہت کثرت سے روشن کیجاتی تھی۔ اور مسنر برتھا کے ساتھ ان دنوں کا خاص تعلق یہ تھا۔ کہ ان دنوں میں برف پڑنی شروع ہوتی ہے۔ اور برف پڑتی تھی۔ تو وہ لوگ کہتے تھے۔ کہ مسنر برتھا اپنا بستر تیار کر رہی ہے۔ اور برف اُسکے بستر کے جھڑے ہوئے پر ہیں۔ ان ایام میں پیگنز (بت پرست) کثرت سے آگ جلاتے تھے۔ اور انگیٹھی میں ایک بڑا لاگ لکڑی کا رکھدیتے تھے۔ اور انکی عبادتگاہیں اور مکانات مسلٹو (ایک قسم کی بیل ہے) سے سجائے جاتے تھے رومیوں میں یہ بھی رواج تھا۔ کہ وہ ان دنوں میں اپنے ملازموں کو تحفہ بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ رسم ابتک یورپ میں پائی جاتی ہے۔ غرضیکہ کرسمس ڈیز کی رسم بت پرستوں کے زمانہ کی ایک رسم ہے۔ اور اُن کے خوش کرنے کیلئے جہاں مسیحیوں نے اور بہت سی رسومات انکی اپنے اندر ملالیں۔ اور کئی عقاید اپنے اندر جاری کر لئے۔ یہ رسم بھی مسیحیت میں شامل کر لی گئی۔ اور اسکا نام بدل کر کرسمس ڈیز رکھا گیا۔ اور پہلے مسنر برتھا کی شان میں یہ عید تھی۔ انھوں نے اسکی بجائے یسوع ناصری کی پیدائیش کی طرف منسوب کر دی۔ اور اس بات سے انکو یہ فائدہ ہوا۔ کہ پیگنز مسیحیت کو بھی اپنا ہی مذہب سمجھنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ اس میں شامل ہوگئے۔ اور انکے لئے مسیحیت میں شامل ہونا اب کچھ مشکل بھی نہیں تھا۔ وہی رسوم تھے۔ وہی عقاید تھے صرف ناموں میں کسی قدر فرق کر دیا گیا۔ بلکہ بعض رسموں کے تو نام بھی وہی ہیں۔ مثلاً ایسٹر کی عید جو مسیح کے دوبارہ اُٹھنے کے موقعہ پر ہوتی ہے۔ یہ رسم بھی بت پرستوں کے زمانہ سے چلی

آتی ہے۔ اور ان دنوں میں اپنے دیوتا ایسٹر کی خوشی میں عید منایا کرتے تھے۔ اب مسیح کے دوبارہ جی اُٹھنے کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ اور نام وہی پیگنز کے زمانہ کا قائم رکھا گیا ہے ✤

شاید مسیحی صاحبان یہ کہیں کہ نہیں یہ عید بت پرستوں کے زمانہ کی نہیں ہے۔ بلکہ پچیس دسمبر کو واقعی مسیح کی ولادت ہوئی۔ اسلئے میں اس سوال کے متعلق کچھ وضاحت سے لکھنا چاہتا ہوں اوّل تو یہ کہ چاروں اناجیل سے مسیح کی ولادت کی کوئی تاریخ نہیں معلوم ہوتی پھر انکو کہاں سے معلوم ہوا کہ مسیح کی ولادت پچیس تاریخ کو ہوئی کیونکہ مسیح کے حالات معلوم کرنے کے ذرائع یہی اناجیل اور حواریوں کے خطوط ہیں۔ اور ان میں مسیح کی ولادت کی تاریخ کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر وہ کونسے ذرائع ہیں جن سے اس تاریخ کی تصدیق ہوئی۔ اگر کوئی روایت گھڑی گئی ہے۔ تو اس کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ ایک نہایت ضعیف اور کمزور روایت جو طیار کی گئی ہے۔ وہ مسیح کی وفات کے پانچسو سال بعد تیار ہوئی ہے۔ اور خود مسیحی مؤرخ اسکی اصلیت و حقیقت کو بالکل مشکوک سمجھتے ہیں۔

دوسرے خود مسیحی فرقوں میں مسیح کے روزِ ولادت کے متعلق اختلاف ہے آرمینین چرچ والے جو گریک چرچیوں اور رومن کیتھلکوں سے بھی پرانے ہیں۔ وہ پچیس دسمبر کو روز ولادت نہیں مانتے۔ اور اُسدن عید نہیں مناتے۔ بلکہ بجائے اسکے چھ جنوری کو عید ولادت کرتے ہیں۔ لیکن لطیفہ یہ ہے۔ کہ اختلاف بھی ہوا ہے تو وہ بھی وضعدار ہے۔ رومن کیتھلک چرچ نے اگر پچیس دسمبر کو روز ولادت قرار دیا ہے۔ جو کہ بت پرستوں کا ایک عید کا دن ہے۔ تو آرمینین چرچ نے چھ جنوری کو قرار دیا ہے۔ اور وہ بھی پیگنز کا عید کا روز ہے۔ جیسے کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن قوموں سے رومن چرچ کا واسطہ تھا۔ ان میں

پچیس دسمبر کو بڑی عید کرتے ہونگے۔ اور جن کے ساتھ آرمینین چرچ کا تعلق ہوگا ان میں چھ جنوری کو عید کرنیکا زیادہ رواج ہوگا۔ انھوں نے اسکو روز ولادت قرار دیدیا ہے۔ لیکن دونوں کی نیتیں ایک ہی معلوم ہوتی ہیں +

تیسرے اگر ایک ہی بات پر کفایت ہوتی۔ تو سمجھا جا سکتا تھا۔ کہ اتفاق سے پیگنز کی عید اور مسیح کا روز ولادت ایک ہی دن ہو گیا۔ لیکن جب کہ میں اوپر بتا آیا ہوں۔ آرمینین چرچ نے پچیس دسمبر سے اختلاف کیا ہے۔ تو انھوں نے بھی چھ جنوری کو روز ولادت قرار دیا ہے۔ اور وہ بھی بت پرستوں کی عید کا دن تھا۔ اور یہی نہیں دوسری عید جو مسیح کے دوبارہ جی اُٹھنے کی ہے۔ وہ بھی ایسٹر کے دنوں میں ہے۔ اور اسوقت بھی بت پرستوں میں عید منائی جاتی تھی چنانچہ ایسٹر ایک دیوی کا ہی نام ہے۔ اب اسے کوئی اتفاق کیونکر کہہ سکتا ہے کہ مسیح کی ولادت کی عید بھی عین بت پرستوں کی عید کے ساتھ منطبق ہے۔ اور اُسکے دوبارہ جی اُٹھنے کا دن بھی عین ایسٹر دیوی کی عید کے مقابل پر آتا ہے۔ اور پھر یہ کہ آرمینین روز ولادت میں اختلاف کرتے ہیں۔ اور وہ بھی چھ جنوری کو روز ولادت قرار دیتے ہیں۔ اور وہ بھی بت پرستوں کی عید کا ہی دن ہے۔ اور ایک عید یعنی ایسٹر کا نام بھی وہی رہتا ہے۔ جو بت پرستوں میں رائج تھا۔ اگر یہ سب کچھ اتفاق سے ہوا۔ تو واقعی غیر معمولی اتفاق ہے۔

مذکورہ بالا اتفاق کے ساتھ اگر یہ اتفاق ملا لیا جائے۔ کہ دسمبر میں جو کچھ رسومات ہوتی ہیں۔ وہ بھی عین ان رسومات کے مطابق ہیں۔ جو کہ بت پرستانِ یورپ میں اس موقعہ پر رائج تھیں۔ تو اور بھی حیرت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نہ صرف اتفاق سے وہ تاریخیں منطبق ہو گئیں۔ بلکہ کچھ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ دونوں عیدوں پر جو رسومات کیجاتی تھیں۔ وہ بھی بالکل مطابق ہو گئیں۔ لیکن بہرحال یہ اتفاق مسیحیوں کے

لئے بہت مبارک ثابت ہؤا کیونکہ اس سے پیگنز بہت جلد مسیحیت کی طرف راغب ہونے لگے

ایک اور امر جو غور کرنے والے کو حیرت میں ڈالتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ بفرض محال مسیح کی پیدائش تو پچیس دسمبر کو ہوئی۔ لیکن عید متواتر دو جنوری تک کیوں منائی جاتی ہے۔ کیا اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ یہ عرصہ اس لئے لمبا کردیا گیا ہے۔ کہ یول ٹائڈ یا نوروز یعنی یکم جنوری کی عید بھی ساتھ ہی شامل ہو جائے۔ کیونکہ اس عید کو پیگنز بہت اہمیت دیتے تھے۔

ایک اور عجیب اتفاق ہؤا ہے۔ کہ گو جرمن نسل کے پیگنز پچیس دسمبر سے لیکر چھ جنوری تک عید مناتے اور خصوصیت سے پچیس دسمبر یکم جنوری اور چھ جنوری کو رسومات ادا کرتے تھے۔ رومی جو کہ مسیحیت کا پہلا بڑا شکار ہیں۔ خاص طور سے پچیس دسمبر کو عید کرتے تھے۔ اور اُنکے ہاں اس دن کا نام "غیر مغلوب سورج کی پیدائش کا دن" تھا۔ سو نہ صرف یہی اتفاق ہؤا ہے۔ کہ مسیحیوں کی ایک عید پچیس دسمبر کو ہوئی ہے۔ بلکہ یہ اتفاق بھی ہؤا ہے۔ کہ وہ دن رومیوں میں تو سورج دیوتا یا متھرا کی پیدائش کا دن تھا۔ اور مسیحیوں میں مسیح کی پیدائش کا دن بھی وہی ثابت ہؤا۔ پروفیسر ٹیلر نے اپنی کتاب پرمٹو کلچر میں اس مضمون کو بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ کس طرح پچیس دسمبر کو متھرا دیوتا کی پوجا کیجاتی تھی۔ اور سورج کے خط سرطان پر آنے پر کسطرح خوشی کا اظہار ہوتا تھا۔ اور وہ اسے سورج کی پیدائش کا دِن قرار دیتے تھے۔ اور پروفیسر مذکور نے لکھا ہے۔ کہ یہ رومیوں کی عید اپنے پورے رسومات کے ساتھ گو بغیر کسی تاریخ کی شہادت کے مغربی گرجانے اپنے اندر جاری کرلی۔ اور چوتھی صدی مسیحی سے اُسکا عام اجرا ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ مشرقی گرجوں نے بھی اس دن کو مسیح کی روز ولادت کی عید کے لئے قبول کرلیا۔ انسائکلوپیڈیا برٹینیکا کی جلد تیرہ میں لائق مضمون نگار

لکھتا ہے۔ کہ "مسیح کے روز ولادت اور ماہ ولادت کی نسبت یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ وہ دریافت نہیں ہو سکتے۔ اور ابتدائی مسیحیوں کو بھی قطعاً معلوم نہ تھے۔ اور سال کے مہینوں میں سے مشکل سے ہی کوئی مہینہ ہوگا۔ جس کی نسبت زمانہ محال کے متقدین نے نہ کہا ہو کہ غالباً یہ مہینہ مسیح کی پیدایش کا ہے۔ پچیس دسمبر کی تاریخ جو مقرر کی جاتی ہے۔ اُسکا پتہ چوتھی صدی کے وسط سے آگے نہیں چلتا لیکن سینٹ جروم وغیرہ لوگوں نے اسے ہی اختیار کر لیا"۔

مسٹر سی۔ ایف کیری اپنے ایک لیکچر میں کتاب رلیجنز آف۔ دی ورلڈ میں شایع ہوا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ "مسیح کے روز ولادت کے منانے کا مناسب موقعہ کیا ہے۔ یہ ہم نہیں بتا سکتے۔ وہ روایت جس سے وہ تاریخ ثابت ہوتی ہے۔ جس تاریخ آجکل یہ عید مناتے ہیں۔ وہ صرف ایک روایت ہی ہے اناجیل سے اس معاملہ پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ لیکن ہمارے بت پرست آباؤ اجداد کے عقائد کے یہ بات بالکل مناسب تھی۔ کہ اس روایت کے مطابق عمل کر لیا جاتا"۔ پھر یہی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "علاوہ ازیں وہ طریقہ جس میں کہ یہ عید منائی جاتی ہے۔ وہ بلاشک مسیحیت کی نسبت بت پرستوں سے آیا ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس کافی ثبوت موجود ہے۔ کہ کس طرح یول کی عید سیکنڈ نیوین علاقوں میں اسوقت منائی جاتی تھی۔ کہ جب وہ ابھی اُڈین (ایک بت کا نام ہے) کے پرستار تھے۔ اور ان ثبوتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ عید جتنی ممکن ہو سکتی ہے کرسمس کی عید سے مشابہ تھی"۔ پھر یہی صاحب فرماتے ہیں کہ "مسیحیت کا بُت پرستی کے زمانہ سے اس رسم کا ایسے صاف طور سے مستعار لے لینا . . . . . . تو ان بت پرستانہ عقائد و رسومات کا ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہے جو کہ درمیانی زمانہ میں مسیحیت کے پائے جاتے تھے"۔ بیشک فاضل لیکچرار نے اپنے پرسے

الزام اٹھا کر اپنے درمیانی آباؤ اجداد پر ڈالا ہے۔ لیکن داناؤں کو تو اب تک مسیحیت میں وہ رسومات و عقائد نظر آتے ہیں ✥

انسائکو پیڈیا برٹینیکا کی پانچویں جلد میں ایک فاضل مضمون نگار لکھتا ہے۔ کہ "مگر پانچویں صدی میں یا تو کسی روایت سے مؤثر ہو کر یا اسوقت کے بت پرستوں کی عید کو اپنے اندر داخل کرنے کے لئے (جیسے کہ سٹرنیلیا) رفتہ رفتہ پچیس دسمبر پر ہی اتفاق ہو گیا"۔ پھر یہی فاضل مصنف کرسمس کی بابت لکھتا ہے۔ کہ یہ پچیس دسمبر کو منائی جاتی ہے" مگر اسکو پیدائیش کا دن ماننے میں ایک مشکل ہے۔ کہ شام میں دسمبر سخت بارش کا زمانہ ہے۔ جبکہ ہقلم کے میدانوں میں رات کے وقت نہ گڈریہ رہ سکتے تھے۔ نہ گلہ"

ان تمام مذکورہ بالا ثبوتوں کے بعد مسیحی صاحبان اِسبات کا انکار نہیں کر سکتے۔ کہ کرسمس ڈیز یا بڑے دنوں کی عید زمانہ بت پرستی کی ایک یادگار ہے اور مسیحیت کے ساتھ اسکا کچھ تعلق نہیں۔ اور صرف مسیحیت میں اسلئے شامل کر لی گئی۔ کہ پیگنز کو اس مذہب سے دلچسپی ہو جائے۔ اور گو کہ اور جائز و ناجائز ذرائع سے بھی مسیحیت کے پھیلانے کے لئے کوششیں کی گئی تھیں۔ لیکن یہ تدبیر کچھ کم مؤثر نہیں تھی۔ کہ نام مسیح کا رکھا جاوے۔ اور مذہب پیگنز کا لے لیا جائے اس بات کو دیکھکر ان لوگوں کا تعجّب بالکل دور ہو جائیگا۔ جو حیران ہیں۔ کہ مسیحیت یورپ میں کسطرح پھیل گئی۔ کیونکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ مسیحیت پھیلی نہیں۔ بلکہ یورپ کے اصلی مذاہب پر صرف نئے ناموں کا چولہ پہنا دیا گیا ہے اور بجائے برتھا ایسٹریا اوڈین کے ناموں کے رسومات میں مسیح کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مسیحیت اور یہودیت میں جو مذہب مسیحیت کا سرچشمہ ہے۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اب مسیحیت وہ مذہب نہیں رہا

کو جسے ناصرہ کے دانا نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ بلکہ یہ وہ مذہب ہے جسے ہزاروں سال سے جرمن و روما کے پریسٹ پیش کیا کرتے تھے؟

تحقیق واقعات کربلا

منشی خادم حسین صاحب ان ذی علم۔ مستعد احباب میں سے ہیں۔ جو شیعہ کتب کے مطالعہ کا خاص شوق رکھتے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ اپنے اوقات فرصت کا بہت سا حصہ انھوں نے اس کام کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ آپکی وسعت معلومات کا دوست دشمن قائل ہے۔ اور جب وہ قلم اٹھاتے ہیں۔ تو مضمون کو نہایت تحقیق سے نیک نیتی کیساتھ لکھتے ہیں مندرجہ ذیل مضمون جو اُنھوں نے لکھا ہے۔ معتبر شیعہ کتب کے حوالے سے لکھا ہے۔ اور ہمارے ناظرین کو صرف تاریخی پہلو سے اسکو دیکھنا چاہیئے چنانچہ ارونگ واشنگٹن کی تاریخ سے بھی کچھ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ پس مؤرخانہ نظر میں یہ مضمون قابل قدر ہے۔ اور اس نقطہ خیال سے اسکی اشاعت سنّی شیعہ کے تعلقات کو اور بھی مستحکم کرنیوالی ہوگی۔ اور اگر اسکے خلاف کوئی صاحب اپنی تحقیق رکھتے ہوں۔ تو ہم اسپر بھی خوشی سے غور کرنے کو تیار ہیں کیونکہ ہمارا مقصد تو اس تاریخی واقعہ کے متعلق مورخانہ تنقید ہے۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے۔ کہ وہ یزید سے الزام اُٹھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس واقعہ پر انھوں نے تاریخی طور پر روشنی ڈالی ہے۔ ورنہ یزید کے متعلق ہمارا مذہبی

عقیدہ (جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے بھی لکھا ہے) یہی ہے کہ وہ ایک گندہ انسان تھا ورنہ اسکے عہد میں حضرت امام حسینؓ ایسا واجب التعظیم انسان شہید نہ کیا جاتا کوفیوں کا ذمہ وار بھی بادشاہ ہونیکی حیثیت سے وہی تھا۔"

ہر ایک واقعہ کے وقوع سے پیشتر اسکے کچھ نہ کچھ بواعث اور اسباب ہوتے ہیں۔ اور جب کہ کسی واقعہ کے ابتدائی اسباب کا کافی علم نہ ہو۔ بلا سوچے سمجھے اس واقعہ کے مخالف یا موافق رائے قائم کرلینا عقلمندی اور انصاف کے خلاف ہوتا ہے۔ واقعہ ہائلہ کربلا بھی ایک سچا اور تاریخی واقعہ ہے۔ اسکے افسوسناک وقوع سے پیشتر اسکے بھی کئی اسباب پیدا ہو چکے تھے جن کا معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بزرگانِ ملت کی یہ رائے ہے۔ کہ یہ ایک ملکی واقعہ ہے۔ اور اسکو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ برخلاف اسکے شیعہ صاحبان کہتے ہیں۔ کہ اسلام کی تکمیل ہی شہادت امام مظلوم علیہ السلام سے ہوئی۔ چنانچہ ان کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

دین است حسینؓ و دین پناہ است حسینؓ ؏ شاہ ہست حسینؓ و پادشاہ ہست حسینؓ

سر داد و نہ داد دست در دست یزید ؏ حقا کہ دلیل لاالہ ہست حسینؓ

قبل اسکے کہ خاکسار اپنی رائے کا اظہار کرے۔ بہتر ہوگا۔ کہ اسباب واقعہ مذکورہ کو شیعہ کی کتابوں سے تلاش کیا جائے۔ حُسنِ اتفاق سے مجھے ایک ایسی کتاب مل گئی ہے۔ جس کے مصنّف کی بابت کہا گیا ہے۔ کہ وہ خود معرکۂ کربلا کیوقت زندہ تھا۔ اس کتاب کا نام مقتل ابو مخنف ہے۔ جو خود مصنّف کے نام پر مشہور ہے۔ افسوس ہے۔ کہ ہمارے ملک کے شیعہ صاحبان نے مرزا دبیر اور میر انیس کے مرثیوں کو آسمانی نوشتے سمجھ رکھا ہے۔ اور جو ضعیف اور موضوع روایات ان بزرگوں نے نظم فرمائیں۔ انکو اسقدر وقعت دیدی ہے۔ کہ اب جو کوئی ان کے برخلاف لکھے۔ خواہ ان کی اپنی کتابوں سے ہی استدلال کیا جائے۔ معتبر و مستند

نہیں مانتے۔عوام کا تو کیا ذکر۔ انکے علماء اور اہل قلم بھی اصل روایات کو ظاہر نہیں کرتے۔خدا جانے اس اخفا اور اغماض و تجاہل عارفانہ کا باعث کیا ہے۔

اول ابو مخنف کے متعلق جاننا ضروری ہے۔ کہ کس پایۂ کا وقائع نگار ہے مؤرخ ناسخ التواریخ فرماتے ہیں۔ "و ابو مخنف خود دراں ہنگامہ حاضر و ناظر بود چہ ابو مخنف کنیت لوط بن یحییٰ است۔ و یحییٰ در شمار اصحاب امیر المومنین علیہ السّلام است" دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ ایران

قبل اسکے کہ اسباب شہادت کو ابو مخنف کے مقتل سے عرض کیا جاتا ہے۔تھوڑا سا ذکر کوفہ اور اہل کوفہ کا ضروری ہے۔ کیونکہ شہادت امام مظلوم کے باعث کوفی ہی ہوئے تھے۔

معزز ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں کوفہ اور بصرہ مسلمانوں کے لشکر گاہ تھے۔ اور دونوں شہر حضرت عمرؓ نے ہی آباد کئے تھے۔ پہلے تینوں خلفاے رسول صلعم مدینۃ الرسول میں ہی اپنی اپنی نوبت پر خلافت کرتے رہے۔ برخلاف اسکے جناب علیؓ نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دار الخلافہ بنالیا خدا جانے دراصل اسکی کیا وجہ تھی۔ مگر جیسا کہ واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ کوفہ والوں کو اہل مصر کی طرح آنجناب کے ساتھ شہادت حضرت عثمانؓ سے پہلے کا قدرتی اُنس تھا۔ اور اس سابقہ تعلّق نے ہی تقاضا کیا ہوگا۔ کہ جناب علیؓ نے مدینہ کو چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے اگر کوفہ کو شیعیان کی پہلی بستی کہا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔حضرت علی کو کوفیوں کی وفاداری اور شجاعت پر بھی شروع ہیں پورا بھروسہ تھا۔چنانچہ نہج البلاغۃ میں جناب علیؓ کا ایک خط مندرج ہے۔جو بوقت جنگ جمل جو حضرت عائشہ کے ساتھ بصرہ میں ہوُا۔ اور جناب علیؓ کو اپنا جرار لشکر تیار کرنیکی ضرورت درپیش آئی۔ تو ان کوفیوں کو دعوت فرماتے ہوئے ان کو

جبہۃ الانصار" و "سنام العرب" کر کے خطاب فرمایا تھا جس کے معنی مددگاروں کی پیشانی اور عرب کی کوہان ہے۔ پیشانی کو جسم انسانی میں جو رتبہ اور شرف دیا گیا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ گویا کوفیوں کو اپنے انصار و مددگاروں کا ماتھا فرمایا ہے۔ اور سنام کے معنی اونٹ کی کوہان کے ہیں۔ جو تمام جسم شتر میں بلند تر مقام ہے۔ گویا کوفی تمام اقوام عرب میں یا ملک عرب میں اس طرح معلوم وار اور رفیع المنزلت ہیں جیسے اونٹ کی کوہان ہوتی ہے۔ اصل عبارت خط مذکورہ کی یوں شروع ہوتی ہے۔ من کتاب لہٗ علیہ السّلام لاھل الکوفہ عنہ مسیرہ من المدینۃ الی البصرہ من عبد اللہ علیّ امیر المؤمنین الی اھل الکوفۃ جبہۃ الانصار و سنام العرب الخ دیکھو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت کتاب مراسلات صفحہ ۲ و ۳۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ آنجناب کا یہ حسن ظن کوفیوں کے متعلق زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا۔ کیونکہ لشکر شام کے ساتھ معرکے ہوئے۔ تو یہ لوگ پرلے درجہ کے بزدل اور بدعہد ثابت ہوئے۔ ان کمبختوں نے حضرت علیؓ کا ناک میں دم کر دیا چنانچہ نہج البلاغۃ میں دوسرے موقعہ پر انہی کوفیوں کے حق میں آنجناب فرماتے ہیں۔ کہ واللہ! میں پسند کرتا ہوں۔ کہ معاویہؓ اپنے لشکریوں کے عوض میں تمکو مجھ سے درہم و دینار کے تناسب سے بدلا لے۔ یعنی وہ اپنا ایک آدمی مجھکو دے۔ اور دس آدمی تمہارے مجھ سے لے لے۔ اصل عربی عبارت یوں ہے۔ لوددت واللہ ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدرھم فاخذ منی عشرۃ منکم واعطانی رجلاً منھم یا اھل الکوفۃ۔ الخ دیکھو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت صفحہ ۹۲۔

انہی شیعیان کوفہ نے جناب علیؓ کو مجبور کیا۔ کہ امیر معاویہ کے ساتھ ثالثوں کے ذریعے سے فیصلہ کریں۔ تو بہتر ہے۔ ہم سے تو لشکر شام سے جنگ

اور جدل کی زحمت برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اگر ہماری بات نہ مانیے گا تو ہم آپ کی بیعت کو توڑ دینگے۔ جس پر جناب علیؓ نے طوعاً و کرہاً ثالثی کو منظور فرمایا۔ لیکن انکے منظور فرماتے ہی بہت سے شیعہ ان کی بیعت سے خارج ہوگئے اور اسی واسطے خارجی کہلائے۔ ان کمبختوں نے انارکسٹوں کی طرح آپس میں یہ سمجھوتا کیا۔ کہ جناب علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کو قتل کردو۔ تاکہ آئے دن کے ملکی تنازعوں کی وجہ سے جو کشت و خون کے دریا بہائے جاتے ہیں۔ ان سے عام مسلمانوں کو امان ملے۔ چنانچہ جناب علیؓ اسی خارجی گروہ کے ایک بیباک ممبر عبدالرحمٰن ابن ملجم نامی کے بیرحم ہاتھ کی ضرب سے ایسے مجروح ہوئے۔ کہ جانبر نہ ہوسکے

آپ کی شہادت کے بعد جناب امام حسن علیہ السّلام خلیفہ ہوئے پولیٹکل تنازعے ہنوز ختم نہیں ہوئے تھے۔ اور امام حسنؑ کو ایسا ہی کوفیوں کی مدد سے لشکر شام کا مقابلہ بدستور جاری رکھنا پڑا۔ لیکن آپ کو ایک دو موقعوں پر جلدی ہی ثابت ہوگیا۔ کہ کوفیوں کے بھروسہ پر اجرائے جنگ و جدل بے سود اور مزید برآں مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا موجب ہے۔ اسواسطے آپ نے امیر معاویہ سے بغیر صلح و صفائی کے چارہ نہ دیکھا۔ آپ نے امر خلافت امیر معاویہ کو سونپ دیا۔ اور اپنے اور اپنے متعلقین کے گذارہ کے موافق سالانہ تنخواہ منظور فرمالی۔ یہ معاملہ محض زبانی طے نہیں کیا گیا۔ بلکہ مستقل طور پر ایک عہدنامہ نامہ لکھا گیا۔ جس میں کئی ایک ایسے شرائط قلمبند کئے گئے۔ جن کی پوری کیفیت بہت تحلیل ہوا خواہوں کو بتلائی گئی۔ اور جنکا مفہوم کچھ ایسا وسیع تھا۔ جس سے خاندان نبوت کو دوبارہ حق خلافت کے لئے دعوی کرنے کی بمشکل گنجائش نکل سکتی تھی۔ لیکن جو کچھ مالک الملک کی مشیت میں تھا۔ وہ عمل میں آگیا۔

تاہم جب کوفیوں پر امام حسنؑ نے امیر معاویہ کے ساتھ صلح کر لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ تو وہ سخت برہم ہوئے۔ اور اس ارادہ کو امام کی بزدلی پر محمول کیا۔ پھر کیا تھا ان کمبختوں نے امام عالیمقام کی ایسی بے ادبی کی۔ کہ خدا کی پناہ۔ کسی نے کہا۔ السلام علیک یا عار المومنین کسی نے کہا۔ السلام علیک یا ذل المومنین۔ ایک شیطان نے آپ کے پائے مبارک کے تلے سے جائے نماز کھینچ لی۔ ایک نے ران مبارک پر خنجر کا وار کیا۔ یہ سب غصہ و غضب اسلیئے تھا۔ کہ امیر معاویہ سے کیوں صلح کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ اور ہم شیعوں مومنوں کو کیوں ذلیل کیا۔ ان سب واقعات کی تصدیق کے لئے دیکھو کتاب جلاء العیون ملا باقر مجلسی حالات امام حسنؑ۔ اس تمہید کو ذہن نشین کر لینے سے آیندہ واقعات کربلا اور اسکے اسباب پر حاوی ہونیکے لئے ناظرین کو آسانی ہوگی۔ اب میں بخوف طوالت مقتل ابو مخنفؒ سے جو عربی میں ہے۔ خلاصتہً ترجمہ کرتا جاؤنگا۔

ابن جنذب الازدی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ کہا اس نے میں اور سلیمان بن صرد الخزاعی اور مسیب بن بخبہؒ و سعید بن عبد اللہ الحنفی جناب حسنؑ بن علیؓ ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام عرض کیا۔ انھوں نے وعلیکم السلام کہا۔ اور یہ اسوقت کا ذکر ہے۔ جب کہ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح فرمائی تھی۔ اور آپ اسوقت کوفہ میں مقیم تھے۔ پس سلیمان نے ابتداءً کلام امام سے کی۔ اور عرض کیا۔ اے فرزند دختر رسولِ خدا ہم حیران ہیں۔ کہ آپ نے معاویہ سے بیعت کر لی حالانکہ آپ کے ہمراہ اہل کوفہ سے چالیس ہزار جان نثار موجود تھے۔ جو سب تنخواہ خور ہیں۔ اور ایسے ہی انکی اولاد سوائے مددگاراں بصرہ و حجاز کے اور آپ نے اپنی ذات کے لئے کوئی پختہ شرط عہد نامہ میں نہ لکھوائی۔ اور عطیہ میں بھی معقول حصہ نہیں لیا۔ اگر میں شامل

ہوتا تو ایک نوشتہ لکھواتا۔ اور مشرق و مغرب والوں کی شہادت اسپر کرواتا۔ کہ امر خلافت کے بعد اسکے آپ ہی مستحق رہتے۔ لیکن آپ یونہی اس بات پر راضی ہو گئے اسنے آپکو تھوڑا دیا۔ اور خود بہت کچھ لے لیا۔ اسکے جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں ایسا شخص نہیں ہوں۔ کہ ایک عہد کروں پھر اسکو توڑ دوں۔ اور میں کوئی اقرار نہیں کرتا جس سے پھر پشیمان ہو کر رجوع کر لوں۔ اب جب خدا نے پھر ہمکو توفیق دی۔ اور ہماری آرزوؤں کو پورا کیا۔ تو میں ایسا کام نہیں کرونگا لیکن تم ہمارے شیعہ ہو اور ہمارے مددگار اور ہمارے اہل مؤدت ہو (اصل عبارت وَ اَنتم شیعتنا وَ اَنصارُنَا وَ اَھلُ مَوَدَّتنا) اور علیٰ ہذا القیاس اور لوگ جو ہماری نصیحت کو سنتے۔ اور ہماری خیر خواہی کرے۔ اور ثابت قدمی دکھلائے۔ اور اگر میں طالب دنیا و سلطنت ہوتا۔ تو معاویہ مجھ سے شدت قوت و شجاعت میں زیادہ نہ تھا۔ لیکن جو مصلحت مجھے مد نظر ہے۔ اسکو تم نہیں جان سکتے۔ اور قسم ہے خدا کی کہ اس صلح سے مجھے سوائے تمہاری حفاظت خون ریزی اور اصلاح حالت کے اور کوئی مقصود نہیں تھا۔ پس تم بھی راضی بقضاء اللہ ہو جاؤ۔ اور اسکو تسلیم کرلو۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ اور قسم ہے۔ کہ تم ہمارے شیعہ اور محب ہو۔ اور میں نے اپنے والد بزرگوار امیر المومنین علیؑ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ جو کوئی جس قوم سے محبت رکھتا ہے۔ قیامت کے دن وہ اسی قوم کے ساتھ محشور ہوگا۔ اور تم ہمارے ساتھ ہو۔ اور ہمارے زمرہ میں ہو۔ تم ہم سے جدا نہ ہونا۔ ہم تم سے جدا نہ ہونگے۔

پھر سلیمان بن صرد نے کہا۔ کہ امام حسنؑ سے فارغ ہو کر ہم انکے بھائی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور وہ اپنے نوکروں کو حکم دے رہے تھے کہ کوفہ سے مدینہ کی طرف کوچ کریں۔ امام حسین ہماری طرف تشریف لائے۔ اور

ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور ہمکو سلام کہا۔ اور ہمنے بھی سلام کا جواب عرض کیا۔ امام حسینؑ نے ہمارے چہروں پر رنج وغم کے آثار ملاحظہ فرمائے۔ اور پہلے ابتداءً کلام فرمائی۔ اور کہا کہ خدا کا شکر ہے۔ جس کے کہ وہ لائق ہے۔ خدا کے کام اور خدا کی مشیّت جس طرح مقرر تھی۔ پوری ہوگئی۔ خدا کی قسم اگر تمام جن وانس اکٹھے ہوکر مشیّت ایزدی کو روکنا چاہیں۔ تو وہ نہیں روک سکتے۔ خدا کی قسم ہے۔ کہ مجھکو موت آجاتی۔ جبکہ حسنؑ نے مجھکو مجبور فرمادیا۔ اور مجھ سے حلف لے لی۔ کہ میں ذرا انحراف نہ کروں۔ اور نہ سکون سے حرکت کروں۔ پس مینے بھی مان لیا۔ اور یہ ایسا معاملہ ہوا ہے۔ گویا کاٹنے والے نے چھُری سے میری ناک کاٹ ڈالی ہے۔ یا ارہ سے میرے جسم کے ٹکڑے اڑائے گئے ہیں۔ پس مینے مجبور ہوکر اُن کی بات کو مان لیا۔ اصل عبارت لقد کنت طیب النفس بالموت حتی عزم علی الحسن وناشدنی اللّٰہ ان لا انقض امرا ولا احرك ساکنا فاطعته وکانّما یجذع جاذع الفی بالسکاکین او یشرح لحمی بالمناشیر فاطعتهٗ کرھاً۔ اور فرمایا ہے۔ خدا تعالےٰ نے عسیٰ ان تکرھوا شیئاً الخ یعنی کہ قریب ہے۔ کہ جس چیز کو تم ناپسند کرو۔ وہی تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور قریب ہے۔ کہ جس چیز کو تم پسند کرتے ہو۔ وہی تمہارے لئے شر کا باعث ہو اور خدا جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے۔

اب تو صلح ہوگئی۔ اور بیعت بھی ہوگئی۔ تاکہ ہم منتظر رہیں۔ جب تک یہ شخص (معاویہ) زندہ ہے۔ اور جب مرگیا۔ تو ہم بھی دیکھینگے۔ اور تم بھی دیکھو گے (کہ کیا کرنا چاہیئے) پس ہم نے کہا قسم ہے خدا کی اے ابا عبد اللّٰہ ہمیں کوئی رنج نہیں۔ مگر محض آپ کی خاطر تاکہ آپ اپنے حق سے محروم نہ ہوں اور ہم تو آپ کے مددگار اور ہوا خواہ ہیں۔ پس جب آپ ہم کو دعوت کرینگے۔ ہم قبول کرینگے۔ اور جب آپ حکم کرینگے۔ ہم اطاعت کرینگے*

پھر سلیمان کہتا ہے۔ امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام دونوں نے کوفہ سے کوچ فرمایا۔ اور ہم بھی ساتھ تھے۔ تاکہ ان سے وداع کریں۔ اور مشایعت کریں۔ جب ہم دار الہند کے آگے نکل گئے۔ تو امام حسینؑ نے کوفہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور آہ سرد بھری۔ اور یہ شعر ارشاد فرمائے۔

"ہمنے خود سرد دِل ہو کر اپنے عزیزوں کے گھروں کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ خود وہ ہماری امداد سے دست بردار ہوگئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قضا مخلوق میں جاری ہے اور یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔" پھر کہا سلیمان نے کہ سب سے پہلے جو شخص امام حسنؑ کو جا کر ملا۔ اور انکو جنگ وقتال کی ترغیب دی۔ حجر بن عدی تھا۔ اور جس دن وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو امام حسینؑ نے فرمایا۔ کہ اور لوگ تیری طرح نہیں۔ اور جس امر کو تم دوست رکھتے ہو۔ وہ نہیں رکھتے۔

پھر کہا سلیمان نے کہ حجر بن عدی امام حسین سے رخصت ہو کر چلے آئے اسکے بعد جب امام حسنؑ فوت ہوگئے۔ تو اہل کوفہ جمع ہوئے۔ اور امام حسینؑ کی خدمت میں انکے برادر مکرم کا تعزیت نامہ لکھا۔ اور یہ اجتماع سلیمان بن جرد کے گھر میں ہوا تھا۔ پس انھوں نے اس تعزیت نامہ کو یوں لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ طرف حسین بن علی بن ابیطالب کے منجانب اُنکے شیعہ اور انکے والد کے شیعوں کے اصل عبارت (الی الحسین بن علی بن ابی طالب من شیعاتہ و شیعۃ ابیہ) بعد حمد و نعت آنکہ ہمکو آپ کے بھائی حسین کے فوت ہو جانے کی خبر پہنچی۔ پس اُن پر خدا کی رحمت ہو۔ اور آپ کو اس مصیبت کا اجر نیک عطا کرے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ پس آپ صبر فرمائیں۔ ان ذٰلک من حزم الامور۔ اور آپ خدا کے فضل سے انکے قائمقام ہیں اور جو آپ کی پیروی کریگا۔ اور آپ کی ہدایت پر کاربند ہوگا۔ اسکو خدا کامیاب

کریگا۔ اور ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ آپ کی مصیبت میں شریک ہیں۔ اور آپ کے حزن سے محزون ہیں۔ اور آپکی خوشنودی سے خوش ہیں۔ اور آپ کے امر خلافت کے منتظر ہیں۔ اصل عبارت ونحن شیعتك المصاب بمصیبتك المحزونون لحزنك المسرورون لسرورك المنتظرون لامرك۔ خدا آپ کا شرح صدر کرے۔ اور آپ کی حالت کو بلند کرے۔ اور آپ کے قدر کو رفع دے۔ اور آپکے حق خلافت کو آپکو دوبارہ دیدے (ورد علیك حقك) والسلام علیك ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

پھر عام لوگوں میں یہ چرچا ہونے لگا۔ کہ امیر معاویہ نے امام حسینؓ کے بارہ میں کچھ انصاف نہیں کیا۔ پس امام حسینؓ کے پاس آمد و رفت شروع کر دی اور اس اقدام سے انقطاع نہیں کیا۔ پس اسکی خبر امیر معاویہ کو بھی پہنچگئی۔ پس انھوں نے امام حسینؓ کو ایک خط حسب ذیل لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے اما بعد آنکہ مجھکو آپ کی طرف سے چند امور اور اسباب کی اطلاع آئی ہے جنکو میں باطل خیال کرتا ہوں۔ اور اگر یہ باتیں سچی ہیں جیسا کہ میرا گمان ہے۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ آپ زیادہ سعید ہیں۔ اور خدا کے عہد کو زیادہ ایفا کرنیوالے ہیں۔ پس آپ مجھکو مجبور نہ کریں۔ کہ میں آپ سے قطع کروں۔ کیونکہ آپ میرے عزیز ہیں (فانك منی) پس اگر آپ مجھ سے فریب کریں گے۔ تو میں بھی فریب دونگا۔ اگر آپ میری تکریم کریں۔ تو میں بھی آپ کی تکریم کرونگا۔ اور اس اُمت میں آپ تفرقہ کے موجب نہ ہوں۔ تحقیق آپ انکو ابتلا میں ڈالینگے۔ اور خود بھی مُبتلا ہونگے۔ پس آپ اپنے آپ میں اور اپنے دین میں نظر رکھیں۔ ولا یستخفنك السفہاء الذین لا یعلمون والسلام علیك ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یعنے نادان لوگ آپکو خفیف نہ کرنے پائیں جو کہ حقیقت حال سے واقف نہیں والسلام

پھر کہا سلیمان نے کہ امام حسینؑ نے اس خط کے جواب میں یوں خط روانہ فرمایا۔ جس میں تحریر کیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امابعد مجھکو تمہارا خط پہنچا اور جو کچھ تمنے اس میں لکھا ہے۔ اسکے مدعا کو سمجھ لیا۔ اور معاذ اللہ جو میں اس عہد میں فرق لاؤں۔ جو تمہارے ساتھ میرے بھائی حسنؑ نے کیا ہے (اصل عبارت و معاذ اللہ ان انقض عہد عہدہٗ الیک اخی الحسینؑ) حقیقت یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے تمکو یہ اطلاع پہنچائی ہے۔ وہ سخن چین جھوٹے اور چغلخور اور قوم میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں۔ اور خدا کی قسم وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (فانما اوصلہٗ الیک الوشاۃ الملقون بنمائم المفرقون بین الجماعات فانھم و اللہ یکذبون۔) پس جب یہ خط امیر معاویہ کو پہنچا۔ تو باز رہا اُن سے یعنی امام حسینؑ سے۔ اور اُن کی صلہ رحمی میں خیانت نہ کی۔ اور اُنکے معاوضہ کو کبھی قطع نہ کیا اور سال بسال اُنکی خدمت میں ہزار ہزار دینار (اشرفی) روانہ کرتا تھا۔ سوائے ہر قسم کے تحائف اور ہدایہ کے۔ اصل عبارت فلمّا وصل الکتاب الیٰ معویۃ امسک عنہ ولم یخنہ وصلہ ولم یقطع ھلتہ وکان یبعث الیہ فی کل سنۃ الف الف دینار سوی العروض و الھدایا من کل صنف ترجمہ ختم ہوا۔ دیکھو مقتل ابو مخنف مطبوعہ بمبئی فصل اوّل

کوایف مندرجہ بالاسے جو ایک معتبر ترین کتب شیعہ سے اقتباس کئے گئے ہیں۔ ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ امر خلافت میں امام حسنؑ کے صلح کر لینے پر شیعیان کوفہ کو کس قدر اعتراض تھا۔ اور علاوہ اُنکے جناب امام حسینؑ کو کس قدر قلق تھا۔ اور ساتھ ہی یہ کہ بایں ہمہ امیر معاویہ کی حکمت سے آخرکار کسطرح امام حسینؑ اور اُنکے درمیان صفائی ہو گئی۔ اور اسکے عوض میں امیر معاویہ کسطرح امام حسینؑ کی دلجوئی و خوشنودی خاطر کو مدنظر رکھتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے

کہ یہ واقعات مینے محض الزامی طور پر شیعوں کی توجہ کیلئے نہیں لکھے۔ بلکہ میرا یقین ہے۔ کہ درحقیقت یہ سچے واقعات ہیں۔ جو کہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان سے بڑھکر سچے واقعات اور انکی تاویل ممکن نہیں۔ کہ کسی اسلامی تاریخ سے دریافت ہوسکے۔

آمدیم بر سر مطلب۔ امیر معاویہ کے دل میں جو تعظیم و تکریم امام حسینؓ کی بابت مرکوز تھی۔ اسکی تائید اُن کی اس وصیت سے بھی ہوتی ہے۔ جو انھوں نے آخری وقت میں امر خلافت کے متعلق یزید کو فرمائی۔ اور جس کو خاکسار راقم اس ابو مخنف کی کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ ابو مخنف کہتا ہے۔ کہ جب امیر معاویہ سخت بیمار ہو گئے۔ اور وفات کا وقت نزدیک آپہنچا۔ تو یزید موجود نہ تھا۔ وہ اسوقت حمص کا حاکم تھا انہوں نے قلم دوات منگائی۔ اور یہ خط اسکو لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد حمد و نعت آنکہ اے بیٹے میں تمہارے لئے وصیت لکھتا ہوں جب تک اسپر کاربند رہو گے۔ خیر پاؤ گے میں تمکو وصیت کرتا ہوں۔ اہل شام کے بارے میں کہ وہ تجھ سے ہیں۔ اور تو اُنسے ہے۔ ان میں سے جو کوئی تیرے پاس آئے۔ اسکی خاطر کرنا۔ اور جو اور ہو۔ اس کے حال سے مطلع رہنا۔ جب کوئی دشمن تجھ پر حملہ آور ہو۔ تو انکو ہمراہ لینا۔ جب فتح نصیب ہو۔ تو پھر انکو اپنے مقاموں پر واپس بھیجدینا۔ اور جو کوئی اہل حجاز سے تیرے پاس آئے۔ تو انکے ساتھ نیکی کرنا اے بیٹے اہل عراق (کوفی) کے معاملات میں متوجہ رہنا اگر وہ خواہش کریں۔ کہ ہر روز انکے عامل کو معزول کرتے رہو۔ تو ایسا ہی کرنا اور ایسا کرنا تیرے لئے آسان ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ بادشاہ وقت پر امت بلوہ کرے اے بیٹے جان تو کہ مینے تیرے لئے سب بلاد کو مطیع اور سب آدمیوں کو زیردست کر دیا ہے اور اب میں تیرے لئے کسی سے خوف میں نہیں ہوں۔ مگر صرف چار اشخاص سے وہ نہ تیری بیعت کرینگے۔ اور نہ تجھ سے اس امر خلافت میں تنازعہ برپا کرینگے۔ پہلے

عبدالرحمن ابن ابی بکر ہے۔ پس وہ دنیا دار ہے۔ اسکو دنیا داری میں مبتلا رہنے دے۔ اور چھوڑ دے اسکو اور اسکے ارادوں کو نہ وہ تیرے موافق ہوگا۔ نہ مخالف۔ دوسرے عبداللہ بن عمر ہیں۔ وہ صاحب قرآۃ (قرآن خوان) اور صاحب محراب (عابد) ہیں۔ وہ دنیا سے کنارہ کش ہوگئے۔ اور آخرت کے دھیان میں راغب ہیں۔ اور گمان نہیں کہ وہ اس امر میں تمہارے ساتھ تنازعہ کریں۔ اور نہ اُن کا ارادہ ہوگا۔ تیسرے عبداللہ بن زبیر ہیں وہ تجھ سے لومڑی کی طرح فریب کرینگے۔ اور شیر کیطرح تجھ پر حملہ کرینگے پس اگر وہ تجھ سے آمادہ جنگ ہوں تو تو بھی جنگ کرنا۔ اگر صلح کریں۔ تو صلح رکھنا اگر وہ تجھ سے مشورہ کرنا چاہیں۔ تو انکے مشورہ کو قبول کرنا۔ اور چوتھے حسینؑ بن ابی طالب ہیں۔ پس یقین ہے۔ کہ لوگ انکو دعوت کرینگے۔ یہاںتک کہ تجھ پر خروج فرمائینگے۔ پس اگر تو انپر فتح پائے۔ تو تو انکی قرابت کا لحاظ رکھنا۔ جو انکو رسول اللہ صلعم سے ہے۔ جان تو اے بیٹے کہ اُنکے والد بزرگوار تیرے باپ سے اور انکی والدہ ماجدہ تیری ماں سے اور اُنکے جد امجد تیری جد سے بہتر ہیں اور واسطے الشان کے ہے۔ جو کچھ کہ انکے دل میں ہے۔ اور یہ میری وصیت ہے۔ تیرے لیئے والسلام۔ امام حسینؑ کے بارے میں اصل عربی عبارت یوں ہے والرابع الحسینؑ بن علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیھما فان الناس یدعونہ حتی یخرج الیک فان ظفرت بہ فاحفظ قرابتہ من رسول اللہ و اعلم یا بنی ان اباہ خیر من ابیک و امہ خیر من امک وجدہ خیر من جدک وللمرأما بقلبہ وھذہ وصیتی الیک والسلام۔ بعدہٗ یہ خط بند کیا گیا۔ اور ضحاک بن قیس القہری کو دیا گیا۔ کہ یزید کو پہنچا دے الخ مقتل ابو مخنف صفحہ ۵ مطبوعہ بمبئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب امیر معاویہ اور امام حسینؑ کے تعلقات اس

حدتک دوستانہ و برادرانہ تھے۔ تو واقعہ ہائلہ کربلا کی نوبت کیوں اور کب اور کس وقت آئی۔

اسکے جواب میں عرض کیا جاتا ہے۔ کہ تا حین حیات امیر معاویہ تو معاملات ملکی کی صورت حسب دلخواہ رہی۔ لیکن انکے فوت ہو جانیکے ساتھ ہی وہ فتنہ خوابیدہ جاگ اٹھا۔ جسکو بوقت صلح امام حسنؓ دبایا گیا تھا۔ امام حسینؓ کی ذات ملکوتی صفات پر ہمکو کسی حالت میں بدگمانی نہیں ہو سکتی۔ کہ انھوں نے اپنے معزز و محترم بھائی کی تاکیدی وصیت صبر کے خلاف خلافت و سلطنت کے دوبارہ خاندان نبوت میں لانیکی ہوس کو دل میں پکایا ہو۔ لیکن برا ہو خانہ خراب کوفیوں کا جن کے پیٹ میں امیر معاویہ کی وفات کی خبر پاتے ہی حبّ جاہ و ریاست کے لئے چوہے کودنے لگے۔ اور امام حسینؑ کو یزید کے برخلاف خروج کرنیکی پہلی تحریک انکو ہی سوجھی۔ ادھر سے یزید نے مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی ان چاروں بزرگوں کو جن میں امام حسینؑ بھی داخل تھے۔ عامل مدینہ کو لکھا۔ کہ بیعت لی جائے۔ لیکن ان چاروں بزرگواروں نے عامل مدینہ کو بیعت سے جوابدیدیا۔ پہلے دو بزرگ تو باوجود انکار بیعت اول سے آخر تک مدینۃ الرسول میں اقامت گزیں رہے نہ کسی نے انپر جبر کیا۔ اور نہ وہ کسی کے دباؤ سے خائف ہوئے۔ لیکن پچھلے دونوں صاحب عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؑ نہ معلوم اس سوال بیعت سے اسقدر گھبرائے۔ کہ موقعہ پا کر مدینہ سے راتوں رات مکہ معظمہ کی طرف نکل آئے۔

کوفیوں نے جو سمجھوتا امیر معاویہ کی زندگی میں امام حسینؓ سے کر رکھا تھا۔ اور وقتاً فوقتاً اسکی یاد دہانی بھی امام سے کرتے رہتے تھے۔ اس پر اب کاربند ہونیکے درپے ہو گئے۔ انکو بوجہ دیرینہ ہوا خواہ خاندان رسالت مآب ہونے کے کسی حالت میں منظور نہ تھا۔ کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد بھی عہد صلح امام حسنؑ کے

بدستور پابند رہیں۔ انکو یزید کی اطاعت سے اسقدر نفرت تھی جس قدر کہ انکو ائمہ اہل بیت کرام کے زیر سایۂ دولت و ثروت کے مزے اڑانے کا خیال تھا امام حسینؑ بھی مکہ میں رونق افروز تھے۔ کہ کوفیوں نے اسی سلیمان بن جرد کے گھر میں جمع ہوکر ایک جلسہ قائم کیا۔ اور یہ تحریک کی۔ کہ اب فوراً امام حسینؑ کو طلب کرنا چاہیئے۔ کہ کوفہ میں تشریف لائیں۔ اور اپنے دیرینہ دار الخلافت کو مشرف فرمائیں۔ وہ ہمارے امام اور ہم انکے شیعہ پھر یزید کا کیا اجارہ ہے۔ کہ وہ خلیفۂ وقت ہو اور ہم اسکی اطاعت میں بدستور جکڑے رہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ سب نے اتفاق رائے کیا۔ اس پر سلیمان بن جرد نے اٹھکر انکو خطاب کیا۔ کہ دیکھو بھئی تم امام حسینؑ اور انکے والد بزرگوار کے شیعہ ہو۔ لازم ہے۔ کہ اپنے اقرار پر اور عزم پر ثابت رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ امام کو بلاکر پھر اُن سے بیوفائی کرو۔ ناسخ التواریخ میں اس خطاب میں یہ عربی الفاظ ہیں۔ انتم شیعتہ وشیعۃ ابیہ دیکھو صفحہ ۱۳۰ جلاء العیون مجلسی اردو صفحہ ۴۳ و مہیج الاحزان صفحہ ۴۸ مطبوعہ ایران مقتل ابو مخنف میں لکھا ہے۔ کہ سلیمان نے کہا تھا۔ کہ نحن شیعتہ والنصارہ یعنی ہم سب شیعہ حسینؑ اور انکے مددگار ہیں۔ جواب میں ان سب حاضرین نے کہا۔ کہ ہم اُنکے دشمنوں سے جنگ کرینگے۔ اور اپنی جانوں کو انکے آگے قربان کر دینگے۔ ایشاں گفتند با دشمن او جنگ خواہیم کرد و جانہا را در برابر او فدا خواہیم نمود مہیج الاحزان صفحہ ۴۸۔ پس سب شیعوں نے ملکر امام کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ اور قاصد بھیجے۔ اور پھر اور بیشمار خطوط اور قاصد روانہ کئے۔ جن کی تعداد بارہ ہزار لکھی گئی ہے شیعیان کوفہ کے اس پرشوق اصرار نے امام حسینؑ پر بھی اثر کیا۔ آخر انہوں نے لکھدیا۔ کہ ہم عنقریب آتے ہیں۔ اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم کو کوفہ میں روانہ فرمادیا وہاں بقول ناسخ التواریخ ۱۸ ہزار کوفیوں نے انکی بیعت امام حسینؑ کے واسطے کر لی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ بروایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کرد۔ ناسخ صفحہ ۱۳۱

امام حسینؑ نے شاید اس تعداد کو اپنی نصرت کے لئے کافی نہ خیال کیا تھا۔ کیونکہ سب کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ اہل بصرہ کے رؤسا کو بھی لکھا گیا۔ کہ کوفہ چلنے کے لئے لشکر جرار بہم پہنچائیں۔ چنانچہ ایک رئیس بصرہ یزید بن مسعود نہشلی نے وہاں تین قبائل بنو تمیم بنی حنظلہ و بنی اسد کو خاص طور پر بلا کر نصرت امام کی ترغیب دی۔ اور انھوں نے اسکو قبول کرلیا۔ امام کو جب اسکی اطلاع ملی۔ تو یزید بن مسعود کا شکریہ ادا کیا۔ اور دعا کی مگر افسوس ہے۔ کہ بصرہ کے لشکر کربلا میں اسوقت پہنچے جبکہ امام مظلوم شہید ہو چکے تھے۔ مسلم کے وارد کوفہ ہونے اور کوفیوں کے آمادہ بغاوت ہونیکی خبر جب یزید کو پہنچی تو اسنے بھی سب سے پہلے عبید اللہ بن زیاد حاکم بصرہ کو کوفہ کا حاکم بنا کر انسداد فساد پر مقرر کر دیا اسنے کوفہ میں پہنچتے ہی ایسا بند وبست کیا۔ کہ سب کوفی بیعت امام سے منحرف ہو گئے حضرت مسلم کو شہید کرایا۔ اسوقت امام حسینؑ مکہ سے عازم کوفہ ہو چکے تھے اور کوفہ کے نزدیک آگئے تھے زیاد نے پیشدستی کر کے حرؔ شہید کو مقرر کیا۔ کہ امام سے جہاں مڈبھیڑ ہو۔ وہیں روک دو۔ اور کوفہ میں نہ پہنچنے دو۔

حضرت امام حسینؑ جب اول دفعہ مدینہ سے عازم مکہ ہونیکو تھے۔ تو جب مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف جانے لگے۔ جب بھی سب عزیز و احباب مثل محمد بن حنفیہ بن علی اور عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم آپ کو مدینہ چھوڑنے سے منع فرماتے رہے۔ خصوصاً کوفہ جانے سے تو بہت لوگوں نے منع کیا۔ اور کوفیوں کی اس بیوفائی کو بھی جتلاتے رہے جو وہ حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ سے کر چکے تھے لیکن امام نے کسی کی نہ سنی۔ اور کوفہ کو روانہ ہو ہی گئے۔ روانگی مکہ سے پہلے ایک خط حضرت مسلم کا بھی کوفہ سے آپ کو مل چکا تھا۔ جس میں انھوں نے عرض حال کیا تھا۔ کہ اسی ہزار کوفیوں نے آپکی بیعت میرے ہاتھ پر کی ہے۔ جس پر امامؑ کو تسلی ہو گئی تھی۔ کہ صورت معاملہ حسب دلخواہ ہے۔

اور ایک خط آپ نے خود بھی مکہ سے روانہ ہو کر منزل قادسیہ کے متصل ایک مقام بطن زمہ سے کوفیوں کو بدیں مضمون تحریر فرما دیا تھا۔ امابعد بدرستیکہ خط مسلم بن عقیل کا میرے پاس پہنچا۔ اس خط میں لکھا تھا۔ کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں۔ کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے۔ اور تمکو تمہاری حُسنِ نیّت و کردار پر بہترین جزائے ابرار عطا فرمائے۔ بدرستیکہ میں آٹھویں ماہ ذی حجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا۔ اور تمہاری جانب آتا ہوں۔ جب میرا قاصد تمکو پہنچے کمر اطاعت مضبوط باندھو۔ اور اسباب کارزار آمادہ رکھو۔ اور میری نصرت کے لئے ہیار رہو۔ کہ میں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بالفاظہٖ دیکھو جلاء العیون مجلسی اردو مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۴۹

ادھر حضرت مسلم جب کوفیوں کے نرغہ میں آگئے۔ اور وقت شہادت نزدیک آ پہنچا۔ تو اسوقت آپ نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ اس وصیت کو امام حسینؑ تک جلدی پہنچا دیا جائے۔ کیونکہ وہ مکّہ سے روانہ ہونیوالے ہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ پہلے خط پر بھروسہ کر کے کوفہ آجائیں۔ اور میری طرح معرض ہلاکت میں نہ پڑ جائیں۔ اس وصیت کا ایک فقرہ یہ ہے۔ ارجع فداك ابی وامّی باھل بیتك ولا یغررك اھل الکوفة فانھم اصحاب ابیك الذی یتمنی فراقھم بالموت اوالقتل ان اھل الکوفة قد کذبوك ولیس لکذوب رائی۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صہ ۱۲۹

جلاء العیون فاضل مجلسی کے الفاظ میں اس روایت کا ترجمہ اردو میں یوں ہے۔

"آپ کا پسر عم عرض کرتا ہے۔ میرے پدر و مادر آپ پر سے فدا ہوں۔ آپ مراجعت فرمائیے۔ کہ میں یہاں اسیر ہو گیا ہوں۔ اور مترصد قتل ہوں۔ یہ اہل کوفہ وہی لوگ ہیں جنکے نفاق سے آپ کے پدر بزرگوار پریشان ہو کے آرزوئے مرگ کرتے تھے۔"

(ترجمہ اردو جلاء العیون صہ ۴۸۱)

غرض یہ ہے۔ کہ امام حسینؑ کوفہ کو جاتے ہوئے جب منزل ثعلبیہ پر پہنچے۔ تو اسوقت پہلی دفعہ آپکو اپنے پیارے چچازاد اور غریب الوطن بھائی مسلم کی شہادت کی خبر ہوئی اسوقت آپکو اس سفر کے حسرتناک انجام کا یقین ہوگیا۔ آپ نے حضرت مسلم کے بھائیوں سے واپس ہوجانیکے لئے مشورہ کیا۔ لیکن انھوں نے عرض کی بخدا سوگند ہم واپس نہ جائینگے جب تک حضرت مسلم کا بدلہ اُن اشقیا سے نہ لیں۔ یا جو شربت انہوں نے پیا ہے۔ ہم بھی نوش کریں۔ جلاء العیون صا۴۵۱ اسی روایت کی تائید میں خاکسار ایک اور قدیم کتاب حالات کربلا سے استدلال کرتا ہے۔ جسکا نام مقتل ابن نما ہے جس میں امام کے رجوع سفر کی خواہش صاف الفاظ میں مذکور ہے۔ شہادت حضرت مسلم کی خبر سنکر لکھا ہے۔ کہ امامؑ سخت روے اور اپنے عزیزوں کے مفقود ہونے کے رنج و افسوس کے مارے واپس ہوجانیکا ارادہ فرمایا۔ اور ایک بلدہ تک چلے گئے لیکن پھر پہلی رائے پر قائم ہوگئے۔ اور فرمایا۔ کہ جس پر مجھے اعتماد ہے وہی قائم رہے اصل الفاظ یہ ہیں۔ ثمّ اراد الرجوع حزناً وجزعاً لفقد احبتہ و مضی الی بلدۃ ثمّ تاب الیہ رائہ الاول وقال علیٰ ما کنت علیہ معول۔ ابن نما صد۲۵ مطبوعہ بمبئی

اسی کوچ و مقام میں امام علیہ السلام نے ایک اور خط کوفیوں کو لکھا۔ اور عبد اللہ بن یقطر اپنے رضاعی بھائی اور ایک روایت کے روسے قیس ابن مسہر کے ہاتھ کوفہ روانہ فرما دیا تھا۔ یہ خط بروایت کتاب اللہوف سید ابن طاؤس اسی سلیمان بن حرد الخزاعی وغیرہ شیعوں کو لکھا۔ جنکی نسبت۔ بروایت مقتل ابو مخنف پہلے ناظرین کو معلوم ہوچکا ہے۔ کہ بوقت صلح امام حسنؑ سے دریافت کرنے آئے تھے کہ باوجود اس قدر لشکر و انصار کے آپ نے امیر معاویہ سے صلح کیوں فرمائی ہے یہ قاصد جب کوفہ میں داخل ہوا۔ توکسی مخبر نے عبید اللہ بن زیاد کو مخبری کردی

وہاں تو پہلے ہی فتنہ کی آگ مشتعل ہوچکی تھی۔عبد اللہ بن یقطر قاصد مذکور کو بلوا کر ابن زیاد نے ہرچند پوچھا۔ اور ڈرایا دھمکایا کہ بتلاؤ خط کن کن لوگوں کے نام ہے مگر اسنے خط کو تو پہلے ہی غائب کر دیا تھا۔ نام بھی کسی کے نہ تبلائے۔ آخر قتل کر دینے کا حکم ہوا۔ قتل سے پہلے اس قاصد نے خاص و عام کے سامنے کوفیوں کو بلند آواز سے خبر کر دی۔ کہ امام حسینؑ تمہاری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ اور فلاں جگہ پر پہنچ گئے ہیں۔ پس انکی دعوت کو قبول کرو۔ یہ سب کیفیت ابن زیاد کے گوش گذار کی گئی جب عبد اللہ بن یقطر کی شہادت کا بھی امامؑ کو علم ہوگیا۔ تو کوفیوں کی طرف سے اب آپکو بلکل ناامیدی ہوگئی اسوقت آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع فرمایا۔ اور انکو حضرت مسلم اور ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن یقطر کی شہادت سے مطلع کیا اور فرمایا۔ کہ سچ مچ ہمارے شیعوں نے ہمکو چھوڑ دیا۔ تمکو بھی اختیار دیا جاتا ہے۔ جسکو تیغ و شمشیر کی پروانہ ہو۔ وہ رہ جائے۔ اور جو برداشت نہ کرسکے وہ چلا جائے امام کا یہ جملہ کہ ہمارے شیعوں نے ہمکو چھوڑ دیا۔ خاص قابل غور ہے۔ دو تین حوالے اسکی تصدیق کے لئے عرض کئے دیتا ہوں "ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے جلاء العیون ص۴۵۲ وقد خذلنا شیعتنا مقتل ابو مخنف ص۲۵ و ناسخ التواریخ ص۱۶۳ و خلاصۃ المصائب روایت ہفتم ص۵۶ یہ حال معلوم کرتے ہی بہت سے ہمراہی جدا ہو گئے جو بقول جلاء العیون مجلسی و ابو مخنف بطمع مال غنیمت کوفہ ساتھ ہولئے تھے اور اب صرف عیال و اطفال اور بنی ہاشم جو مکہ سے ہی آپ کے ہمرکاب تھے۔ اور تعدادمیں ۷۲ تھے۔ باقی رہ گئے۔

اُدھر حرؔ شہید جو امام کی تلاش میں کوفہ سے معہ ایکہزار فوج کے سرگرداں تھا۔ امام کو دو منزلیں آگے جاکر ملگیا۔ دوبدو ہوتے ہی امام نے حرؔ سے پوچھا۔ ہماری نصرت کے لئے آئے یا مقابلہ کے لئے۔ حر نے کہا مقابلہ کے لئے۔ امامؑ نے فرمایا

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر کچھ دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ آخر امام ؑ نے حرؔ اور ساتھ کے کوفیوں کو فرمایا۔ کہ جو کچھ مجھکو لکھتے رہے مراسلات میں اور قاصدوں کی زبانی کہلا کر بھیجتے رہے۔ اگر آپ اسکے برخلاف ہوگئے۔ تو میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاتا ہوں۔ ابن نما کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں فانی ارجع الی الموضع الذی اتیت منه ص۲۳ ابو مخنف کے الفاظ وان کنتم کارھین لقدومی رجعت منکم الی ماشئت من الارض ص۲۶ فاضل مجلسی کے الفاظ اور اگر اپنی گفتار سے پھر گئے ہو اور عہد و پیمان کو شکستہ کر دیا ہے۔ اور میرے آنے سے بیزار ہو۔ میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں ص۴۹ مورخ ناسخ التواریخ کے الفاظ واگر شمارا رائے دگرگون کنید و عہد بشکنید و حمل بیعت از گردن فرو نهید قسم بجان من کہ از شما شگفت نباشد چہ با پدرم علیؑ و برادرم حسنؑ جز این نہ کردید فریفتہ کسے است کہ بہ عہد و پیمان شما مغرور شود الخ ص۱۷۱

یہ رسل و رسائل کا حال سنکر حرؔ نے عرض کیا مجھکو اسکی کچھ خبر نہیں۔ امام ؑ نے اپنی خرجین منگائی۔ اور حرؔ کو دکھائی۔ یہ خرجین کوفیوں کے خطوط سے بھری ہوئی تھی۔ آخر حرؔ نے عرض کیا۔ کہ مجھے تو ان خطوط سے غرض نہیں۔ مجھے ابن زیاد نے حکم دیا ہے۔ کہ جہاں آپکو پاؤں جدا نہ ہوں تا وقتیکہ آپ کو ابن زیاد پاس نہ لیجاؤں۔ حضرت نے فرمایا۔ جب تک زندہ ہوں۔ یہ ذلت مجھے گوارا نہ ہوگی۔ پس اصحاب کو حکم دیا۔ کہ سوار ہوں۔ جب ہودج ہائے حرم محترم اونٹوں پر بندھ گئیں۔ حضرت پائے مبارک رکاب میں رکھکے سوار ہوئے۔ جب چاہا واپس جائیں۔ لشکر مخالف نے راستہ روک لیا۔ حضرت نے فرمایا تیرا مطلب کیا ہے حرؔ نے کہا میں چاہتا ہوں آپکو ابن زیاد پاس لے چلوں حضرت نے فرمایا۔ میں تیری اطاعت نہ کرونگا۔ حرؔ نے کہا میں بھی دست بردار نہ ہونگا۔ جب درمیان میں طول سخن ہوا حرؔ نے کہا مجھے

حکم نہیں ہے۔ کہ آپ سے جنگ کروں۔ اگر آپ کو کوفہ جانا منظور نہیں ہے۔ تو مدینہ دوسرے راستے سے جائیے۔ کہ میں کیفیت ابن زیاد کو لکھوں۔ شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے۔ کہ میں آپ سے پیشوا سے بہ محاربہ مبتلا نہ ہوں۔ حضرت نے بضرورت راہ قادسیہ سے جانب دست چپ توجہ کی۔ اور وہ لشکر ضلالت اثر بھی ہمراہ ہوا۔ حر نے قریب امام حسینؑ آ کے کہا یا حضرت آپکو میں قسم دیتا ہوں۔ کہ اس گروہ سے مقابلہ نہ کیجئے گا ورنہ قتل ہو جائے گا۔" الخ جلاء العیون اردو ص۵۴۴ باب ۵ فصل ۱۴

جیسا کہ روایت مذکورہ سے ظاہر ہے۔ امام حسینؑ کو حر نے واپس تشریف لے جانیکی اجازت دیدی ہے مگر کوفی کمبخت مانع ہوئے۔ آخر مجبوراً امامؑ مع حرؓ اور لشکر کوفی لاپونی کے کربلا میں وارد ہو گئے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ دوسری محرم کو پہنچے اور ایک اور روایت میں لکھا ہے۔ کہ آٹھویں محرم کو وارد ہوئے۔ حر نے ابن زیاد کو سب حالات سے مطلع کیا۔ جس پر اُسنے ایک عریضہ امام کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور اس میں تحریر کیا۔ کہ مینے سنا ہے۔ کہ آپ کربلا میں اترے ہیں۔ یزید بن معاویہ نے مجھے لکھا ہے۔ کہ آپکو مہلت نہ دوں یا آپ سے بیعت لوں۔ اور اگر انکار کیجئے۔ تو یزید پاس بھیجدوں" جلاء العیون اردو ص۵۶۴

اس روایت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ عشرہ محرم تک یزید کی طرف سے کوئی حکم ابن زیاد کے نام یا اس سے ماقبل حاکم مدینہ کے نام قتل حسینؓ کے بارہ میں صادر نہیں ہوا تھا۔ جو لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یزید نے سلطنت شام پر قابض ہوتے ہی عامل مدینہ کو خط لکھا تھا۔ کہ امام حسینؓ سے بیعت لے لو۔ اور اگر وہ انکار کریں۔ تو انکا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدو۔ درست نہیں ہے۔ خود مجلسی کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حکم بیعت کے وقت سے لیکر اسوقت تک کہ بیسیوں موقعے شور شر و فساد و بغاوت کوفہ و بیعت مسلم وغیرہ کے یزید کو دیئے گئے۔ امام علیہ السلام کے کربلا پہنچ

جانے تک اس قسم کا کوئی حکم یزید نے کسی کے نام جاری نہیں کیا تھا۔ ورنہ ابن زیاد اپنے خط میں یہ نہ لکھتا۔ کہ یزید کا حکم یہ ہے۔ کہ یا تو آپ سے بیعت لوں یا بصورت انکا اسکے پاس شام میں بھیجدوں۔

امام علیہ السلام نے ابن زیاد کا یہ خط پڑھکر پھینک دیا۔ اور قاصد کو کچھ جواب نہ دیا۔ ابن زیاد کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو بہت غضبناک ہوا۔ اور پھر اس نے عمر بن سعد کو سرداری لشکر کی دی۔ وہ چار ہزار لشکر کوفیاں بیوفا کا ہمراہ لیکر روانہ کربلا ہوا عمر بن سعد مذکور نے امام کی خدمت میں پیغام بھیجکر دریافت کیا۔ کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ امام نے جواب میں کہلا بھیجا۔ "تمہارے شہر کے لوگوں نے نامہ ہائے بیشمار مجھے لکھے۔ اور بہت مبالغہ و اصرار کر کے بلایا۔ اگر میرا آنا اب منظور نہیں ہے۔ تو مجھے واپس جانے دو" ناسخ التواریخ صفحہ ۱۷۱ امام ع کا جب یہ جواب عمر بن سعد کو پہنچا۔ "اس نے کہا امیدوار ہوں۔ کہ خدا مجھے محاربہ و مقاتلہ امام حسین ؑ سے نجات دے۔" پس اس نے ایک خط ابن زیاد کو لکھا۔ اور اس میں سب حقیقت حال درج کی" اور معلوم ہوتا ہے کہ اسنے امام کے واپس مدینہ کو تشریف لیجانیکی سفارش بھی کی تھی۔ اس موقعہ پر علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ وہ شقی راضی ہوا۔ کہ امام حسین ؑ چلے جائیں مگر شمر ذی الجوشن حرامی نے ابن زیاد کو پشیمان کیا" پس عمر بن سعد کو خط لکھا۔ کہ حضرت سے کہو۔ معہ اصحاب بیعت کریں۔ جب یہ خط اسکو پہنچا۔ اسے امام حسین ؑ سے وہ مضمون نہ کہلا بھیجا اسلئے کہ جانتا تھا حضرت بیعت یزید پر راضی نہ ہونگے۔ دیکھو جلاء العیون صفحہ ۴۵۸

جب کہ امام ؑ کربلا میں خیمہ زن ہو گئے۔ تو مورخ ناسخ التواریخ لکھتا ہے۔ کہ ایک عراقی مکہ کو جا رہا تھا۔ دیکھا کہ خیمہ کے باہر امام ؑ کرسی پر بیٹھے ہیں۔ اور خطوط کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ جب اسنے وجہ اس بیکسی اور بیوطنی کی دریافت کی۔ تو امام ؑ نے فرمایا۔ کہ بنی امیہ نے مجھے قتل کی دھمکی دی۔ اور کوفہ والوں نے مجھے بلایا۔ دیکھو

یہ انکے خطوط ہیں۔ حالانکہ میرے قاتل یہی ہیں۔ لیکن جب انھوں نے اس امر کا ارتکاب کیا۔ اور پردہ محرمات کو چاک کیا۔ خداوند کریم انپر ایک ایسے آدمی کو مقرر کریگا۔ کہ وہ سب کو قتل کر دے۔ اور وہ قوم بلقیس سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائینگے۔ اصل عبارت ناسخ یہ ہے۔ "بنی امیہ مرا بیم قتل دادند۔ و مردم کوفہ مرا دعوت نمودند اینک مکاتیب ایشان است و حال آنکہ کشندہ من ایشان اند لکن گاہے کہ مرتکب این معنی بشدند و پردہ محرمات و محظورات را چاک کردند۔ خداوند بر ایشان مے گمارد کسے را کہ ہمگنان را بقتل رساند۔ و ایشان را خوار تر از قوم بلقیس گردانند صہ ۱۵۹

روایت مذکورہ سے ظاہر ہے۔ کہ خود حضرت سید الشہدا علیہ السلام اپنے قتل کا باعث کوفیوں کی دعوت کو قرار دیتے ہیں۔ اور خاکسار راقم کا بھی یہی اعتقاد ہے یزید کی طرف سے کوئی حکم قتل ابن زیاد کو نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ بروایت ناسخ التواریخ وغیرہ کتب شیعہ لکھا ہے۔ کہ جب ایک شخص زجر بن قیس نے دمشق میں اہلبیت کرام کے پہنچنے پر یزید کو فتح معرکہ کربلا کی جا کر خوشخبری سنائی۔ تو یزید دیر تک حیران و خاموش رہا۔ پھر کہا اگر حسینؑ سے سوائے قتل کے بیعت لیتے تو میں زیادہ راضی ہوتا۔ اور اگر میں آپ انکے پاس ہوتا۔ تو ان سے درگذر کرتا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ یزید لختے سر فرو داشت و سخن نکرد و پس سر بر آورد و گفت قد کنت ارضی من طاعتکم بدون قتل الحسینؑ اما لو کنت صاحب لعفوت عنہ اگر من حاضر بودم حسین را معفو میداشتم صہ ۲۶۹

چونکہ خاکسار کو واقعات کربلا لکھنے کے لئے وقت بہت کم دیا گیا ہے اسواسطے مجبوراً اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بالغ نظر ناظرین کو اسی قدر اختصار سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ ایک عاجز ہیچمدان خادم حسینؑ نے اپنے مخدوم امام حسینؑ مظلوم کے کوائف شہادت کی تحقیق میں کہانتک سچے معلومات بہم پہنچائے ہیں۔ رسالہ تحقیق واقعات میں اسی قسم کی تحقیق و تنقید ہے۔ اگر یہ مفید خدمت ہے تو خدا مجھکو توفیق دے۔ کہ اس رسالہ

کی تالیف سے جلدی فارغ البال ہوں اس رسالہ تحقیق سے میری ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ کسی فریق کی دل آزاری ہو۔ بلکہ محض اظہار امر حق مقصود ہے۔ اور بس خداوند کریم ہمکو حق اور باطل میں تمیز کرنیکی توفیق دے۔ آمین۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(خاکسار خادم حسین خادم بھیروی احمدی)

قدوم میمنت لزوم

اس مہینے کا سب سے بڑا بہجت انگیز واقعہ حضور شہنشاہ ہند ملک معظم جارج پنجم بالقابہ کی مع اپنی شہنشاہ بیگم کے ہندوستان میں تاجپوشی کے لیے بجلوہ افروزی ہے* جو ہم تمام احمدیوں کیلئے خصوصیت کیساتھ موجب شکر و امتنان باریتعالیٰ ہے کیونکہ ہمنے اس عہد حکومت میں جو آرام پایا ہے اور اغیار تو درکنار اپنے بھائیوں کی معاندانہ مخالفت کے باوجود جو امن و امان کی زندگی ہم بسر کر رہے ہیں۔ ہمارے جسم کا رونگٹا رونگٹا زبان بنکر اپنے شہنشاہ ذی جاہ کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ اور یہ شکریہ پورے اخلاص کیساتھ ہے کیونکہ ہماری پاک کتاب میں ارشاد ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ اور اسکے رسول اور اپنے صاحبان حکومت کی فرمانبرداری کرو۔ اور ہمارے رسول کریم صلعم کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمدؑ نے بھی یہی تعلیم دی۔ کہ اپنے بادشاہ کے پورے مطیع رہو۔ اور یہ اطاعت یہانتک ضروری ہے۔ کہ آپنے اپنی ہر ایک تصنیف میں اسکا ذکر کیا ہے اور علیحدہ کئی اشتہار بھی شائع کیے چنانچہ ایک اشتہار کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کر کے اُسکی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا اسکی عظمت کو دل میں بٹھانا۔ اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اُس سے دور کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا۔ اور اسکو وحدہٗ لاشریک

* اور یہ خوشی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم سنتے ہیں کہ آپ کے حکم سے تقسیم بنگالہ منسوخ ہوگئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ۱۱۔ فروری ۱۹۰۶ء (پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی) پورا ہو کر آپ کی صداقت پر حجت بینہ ٹھہرا (۱۷ دسمبر ۱۹۱۱ء

جاننا اور اُسکے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اُسکا مرتبہ نہ دینا اور درحقیقت اُسکو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنیوالا اور مالک یقین کرنا دوم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی سے پیش آنا۔ اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا۔ اور کم از کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔ سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہمکو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان مال کی محافظ ہے اُسکی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دور رہنا جو اسکو تشویش میں ڈالیں یہ اصول ثلاثہ ہیں جنکی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیئے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلانے چاہئیں سو اے دوستو! اس اصول کو محکم پکڑو۔ اور ہر ایک قوم کیساتھ نرمی سے پیش آؤ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ہم دنیا میں فروتنی کیساتھ زندگی بسر کرنے آئے ہیں اور بنی نوع کی ہمدردی اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی جس کے ہم ماتحت ہیں یعنی گورنمنٹ برطانیہ ہمارا اصول ہے ہم ہرگز کسی مفسدہ اور نقص امن کو پسند نہیں کرتے۔ اور اپنی گورنمنٹ انگریزی کی ہر ایک وقت میں مدد کرنیکے لئے تیار ہیں اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جسنے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا ہے * فقط المرقوم ۲۰۔ ستمبر ۱۸۹۷ء" انتہیٰ بلفظہ الشریف

اشتہار واجب الاظہار۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان صفحہ ۱۲ لغایت ۱۶

اس کوٹیشن کے پڑھنے سے واضح ہو سکتا ہے کہ آپنے اپنی تمام ہدایات کا خلاصہ جو بیان کیا ہے۔ اسمیں تیسرا حصہ گورنمنٹ کی اطاعت اور اسکی خیر خواہی اور اسکے ساتھ خلوص کی تاکید ہے۔ پس ہم تمام احمدی اپنے شہنشاہ عالیجاہ کے حضور اپنی اطاعت و خلوص قلبی کی نذر پیش کرتے ہیں۔ اور دعا گو ہیں۔ کہ الٰہی ہمارے قیصر کو سلامت با کرامت رکھ۔ اور اس حکومت کے اقبال اور جاہ و جلال میں ترقی دے۔ جو ہمارے لئے اسقدر امن و امان راحت و آرام کا موجب ہے۔ اللھم آمین ثم آمین۔

تشحیذ کی سالانہ رپورٹ

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس نمبر کے ساتھ تشحیذ کی چھٹی جلد بخیر و خوبی ختم ہوئی اس سال رسالہ کو بہتر و مفید بنانے کی بہت کوشش کی گئی۔ کاغذ ڈمی مہیا کیا گیا اور چھپوائی وغیرہ کے اخراجات بھی آگے سے زیادہ برداشت کئے۔ اور ایک کاتب خوشخط کی خدمات بھی صرف رسالہ کی خاطر محفوظ رکھی گئیں۔ پھر وقت پر عمدہ مضامین کے ساتھ نکالنے کے لئے سٹاف کو بڑھایا گیا۔ اور سال کے آخر چار ماہ کے رسالے ٹھیک وقت پر ناظرین کو پہنچائے گئے۔ اور آیندہ انشاء اللہ اس سے بہترین حسن انتظام کے ساتھ رسالہ شائع کرنیکا ارادہ ہے۔

اس سال جناب صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے قلم جواہر رقم سے جو مضامین نکلے۔ ان میں سے فرعون موسیٰ۔ مسلمان وہی ہے۔ جو خدا کے سب ماموروں کو مانے۔ ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو۔ گوشت خوری۔ ہم مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہیں۔ براڈلی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ جو بیحد پسند کئے گئے اور نہ صرف احمدیوں بلکہ غیر احمدیوں نے بھی انکی تعریف کی۔ علاوہ اسکے مسیح محمدی و مسیح ناصری۔ جواب الہامات مرزا۔ انبیاء کی جماعت۔ تثلیث کا رد۔ آریہ سماج کا مذہب۔ مسیح موعود کے بعد ہمارا فرض۔ مال مانگتے ہیں جان نہیں مانگتے نوشتہ انجل اور شناخت مذہب۔ الابذکر اللہ تطمئن القلوب سید ولی اللہ شاہ کی قلم سے۔ اور شاہجہانپوری کے اعتراضات کا جواب محررہ مولوی فضل الدین صاحب نونی اور سلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول۔ مرقومہ سید صادق حسین صاحب اٹاوی اور

تحقیق واقعات کربلا مسطورہ منشی خادم حسین صاحب یہ سب مضامین بھی اپنے اندر بہت سے معارف وحقائق کا خزینہ رکھتے ہیں۔ اور جب ہم ان سب کو بہیئت مجموعی دیکھتے ہیں۔ تو ہمارا قلب مطمئن ہے۔ کہ خریداران تشحیذ نے ۱۲ سالانہ خرچ کرکے کوئی نقصان نہیں اٹھایا۔ بلکہ بہت کچھ فائدہ پایا ہے۔

اب جہاں ان حق شناس معزز ناظرین کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے جنھوں نے اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا کرکے کارخانہ کو زیر باری سے محفوظ رکھا وہاں ان مہربانوں کا دوستانہ شکوہ بھی کئے دیتا ہوں جو کسی خاص وجہ سے اب تک ہماری متواتر گذارشوں اور تقاضوں کی طرف توجہ نہیں کرسکے۔ اور اپنی بے اعتنائی سے نہ صرف کارخانہ کو زیر بار کر رہے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات وقت پر چندہ سالانہ ادا کردینے والوں کی حق تلفی بھی کرا دیتے ہیں گو ہم نے حتی الوسع ایسا نہیں ہونے دیا۔ خیال فرمایئے۔ کہ سنہ ۹، ۱۰، ۱۱ء تین سالوں کا بقایا تخمیناً

سات سو اٹھانوے روپے [۷۹۸]

دوسو پچپن [۲۵۵] خریداروں کے نام ہے۔ ایک سو ترپن [۱۵۳] خریدار تو ایسے ہیں۔ جنھوں نے زیادہ تر سنہ ۱۱ء کا چندہ (جس کی مجموعی تعداد دوسو اٹھاون [۲۵۸] روپے کے قریب ہے) ادا نہیں فرمایا۔ اور باقی ایک سو دو [۱۰۲] وہ بزرگ ہیں۔ جو تین سال سے نہ تو اپنے نام سے رسالہ بند کراتے ہیں۔ اور نہ مبلغات دینے میں آتے ہیں۔ حالانکہ اُن کے نام پانسو چالیس [۵۴۰] روپے ہیں۔ اور اسی طرح پر قریباً آٹھ سو [۸۰۰] روپیہ ہے۔ جو تشحیذ الاذہان کے دفتر میں قابل وصول ہے۔ باوجود ان مشکلات اور زیر باریوں کے رسالہ پھر بھی جاری ہے۔ اور بڑی آب وتاب سے شائع ہوتا ہے۔ اس کامیابی کا سہرا **سیدی محمود** کے سر پر ہے۔ جو اپنے اوقات

خریدارانِ تشحیذ کو اطلاع

۱- یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی آخری تاریخ کو شایع ہوتا ہے۔ دس دن تک رسالہ نہ پہنچے۔ تو اطلاع دیجاوے بعد میں بقیمت ۳ر رسالہ مل سکیگا۔

۲- ستمبر کا پرچہ جن صاحبان کے فائل میں بوجہ واپسی وی۔ پی موجود نہیں۔ وہ ۱ر کے ٹکٹ حرجانہ وی۔ پی بھیجوا کر رسالہ منگوا سکتے ہیں

۳- رسالہ کی قیمت سالانہ ع۱ر ہے۔ اور خط و کتابت متعلق رسالہ ہمیشہ مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کے پتہ سے ہونی چاہیئے۔ بعض احباب صاحبزادہ صاحب کے نام سے خط بھیجتے ہیں۔ اسطرح تعمیل میں بہت دیر ہو جاتی ہے۔ جو صاحب اپنا مکان بدلیں ضرور اطلاعی کارڈ دفتر میں بھیجدیں۔

ضروری گذارش :- تشحیذ کے لیئے ایک لائق و خوشخط کاتب کی خدمات حاصل کی ہیں۔ بیس دن اسکے لیئے فارغ ہیں۔ جو صاحب کوئی اشتہار یا کتاب لکھوانا چاہیں۔ وہ ہماری معرفت نہایت مناسب اجرت پر لکھوا سکتے ہیں۔ **مینیجر تشحیذ الاذہان**

اطلاع :- ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء کا رسالہ تمام خریداران تشحیذ الاذہان کے نام سنہ ۱۲ء کی پیشگی قیمت وصول کرنیکے لیئے وی۔ پی ہوگا۔ جو صاحب وی۔ پی وصول کرنیکے لیئے تیار نہ ہوں۔ وہ ۲۰ جنوری تک اطلاع دیدیں۔ مینیجر

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا جہاں تہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور ہے یہ دوا ۲۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور متلی کے لیے اکسیر کا اثر رکھتی ہے ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی ۴ محصول ڈاک ۔ چار تک ۵

عرق پودینہ

وہ پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے … پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی … افروں نے بنایا ہے ریاح کے لیے یہ نہایت مفید دوا ہے پیٹ کا پھولنا ڈکار کا آنا پیٹ میں درد … اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہیں قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ۵

جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا پیٹ میں گرمی و مروڑ کچھ نہیں ہوگی حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوتی ۱۶ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب مریضوں کو دیتے چلے آتے ہیں۔ یہ گولیاں کل میں بنتی ہیں مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں ہر عیالدار کو ایک ڈبیا رکھنی چاہیے قیمت ۳۰ گولیوں کی ڈبیا ۵ ایک سے چھ ڈبیا تک محصول ڈاک ۵

درد سر ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد منٹ میں جاتا رہتا ہے یہ دوا لحظہ میں اس کو بالکل دور کر دیتی ہے درد ریاح جیسے ٹیس چلک ٹیک … کنکنی … اس دوا سے فوراً آرام ہوتا ہے درد سر نصف سر ہو یا تمام سر میں گرمی کی وجہ سے ہو فوراً دور ہو جاتا ہے … قیمت … ایک شیشی … محصول …

ایس کے برمن نمبر ۵ ۔ ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ